الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12 — جمعۃ المبارک 09 ستمبر 2005ء — 05 شعبان 1426 ہجری قمری — 09 تبوک 1384 ہجری شمسی — شمارہ 36

فرشتوں کی نمازی کے لئے دعا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
خدا کے فرشتے اس وقت تک نمازی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اس جگہ پر رہے جہاں اس نے نماز پڑھی اور جب تک دنیاداری کی باتوں میں مشغول نہ ہو۔ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

جسمانی قوت اورتوانائی سے وہ کام نہیں ہوسکتے جو روحانی قوت اورطاقت کرسکتی ہے۔ نرا علم وفن اورخشک تعلیم بھی کچھ کام نہیں دے سکتی جب تک کہ عمل اور مجاہدہ اور ریاضت نہ ہو۔

’’جس قدر ابرار، اخیار اور راستباز انسان دنیا میں ہوگزرے ہیں، جو راتوں کو اٹھ کر قیام اور سجدہ میں ہی صبح کر دیتے تھے، کیا تم خیال کرسکتے ہو کہ وہ جسمانی قوتیں بہت رکھتے تھے اور بڑے بڑے قوی ہیکل جوان اور تنومند پہلوان تھے؟ نہیں۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو جسمانی قوت اور توانائی سے وہ کام ہرگز نہیں ہوسکتے جو روحانی قوّت اور طاقت کرسکتی ہے۔ بہت سے انسان آپ نے دیکھے ہوں گے جو تین یا چار بار دن میں کھاتے ہیں اور خوب لذیذ اور مقوّی اغذیہ پلاؤ وغیرہ کھاتے ہیں، مگر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ صبح تک خراٹے مارتے رہتے ہیں اور نیند ان پر غالب رہتی ہے۔ یہاں تک کہ نیند اور سستی سے بالکل مغلوب ہوجاتے ہیں کہ اُن کو عشاء کی نماز بھی دوبھر اور مشکلِ عظیم معلوم دیتی ہے، چہ جائیکہ وہ تہجد گزار ہوں۔

دیکھو! آنحضرت ﷺ کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تنعّم پسند اور خورونوش کے دلدادہ تھے جو کفار پر غالب تھے؟ نہیں۔ یہ بات تو نہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی ان کی نسبت آیا ہے کہ وہ قائم اللیل اور صائم الدہر ہوں گے۔ ان کی راتیں ذکر اور فکر میں گزرتی تھیں۔ اور ان کی زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ قرآن کریم کی ذیل کی آیۂ شریفہ ان کے طریق زندگی کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھاتی ہے۔ ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ﴾ (الانفال:61)۔ اور ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا﴾ (آل عمران:201)۔ اور سرحد پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو کہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن اس تمہاری تیاری اور استعداد سے ڈرتے رہیں۔ اے مومنو! صبر اور مصابرت اور مرابطت کرو۔

رِبَاط اُن گھوڑوں کو کہتے ہیں جو دشمن کی سرحد پر باندھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہؓ کو اعداء کے مقابلہ کے لئے مستعد رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس رِبَاط کے لفظ سے انہیں پوری اور سچی تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان کے سپرد دو کام تھے۔ ایک ظاہری دشمنوں کا مقابلہ اور دوسرا روحانی مقابلہ۔ اور رِبَاط لغت میں نفس اور انسانی دل کو بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ایک لطیف بات ہے کہ گھوڑے وہی کام کرتے ہیں جو سدھائے ہوئے اور تعلیمیافتہ ہوں۔ آج کل گھوڑوں کی تعلیم و تربیت کا اسی انداز پر لحاظ رکھا جاتا ہے اور اسی طرح ان کو سدھایا اور سکھایا جاتا ہے جس طرح بچوں کو سکولوں میں خاص احتیاط اور اہتمام سے تعلیم دی جاتی ہے۔ اگر ان کو تعلیم نہ دی جائے اور وہ سدھائے نہ جائیں تو وہ بالکل نکمّے ہوں اور بجائے مفید ہونے کے خوفناک اور مضر ثابت ہوں۔

یہ اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ انسانوں کے نفوس یعنی رِبَاط بھی تعلیمیافتہ ہونے چاہئیں اور ان کے قویٰ اور طاقتیں ایسی ہونی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے نیچے نیچے چلیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو وہ اس حرب اور جدال کا کام نہ دے سکیں گے جو انسان اور اس کے خوفناک دشمن یعنی شیطان کے درمیان اندرونی طور پر ہر لحظہ اور ہر آن جاری ہے۔ جیسا کہ لڑائی اور میدان جنگ میں علاوہ قوائے بدنی کے تعلیمیافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح اس اندرونی حرب اور جہاد کے لئے نفوس انسانی کی تربیت اور مناسب تعلیم مطلوب ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان اس پر غالب آجائے گا اور وہ بہت بُری طرح ذلیل اور رُسوا ہوگا۔ مثلاً اگر ایک شخص توپ وتفنگ، اسلحۂ حرب بندوق وغیرہ تو رکھتا ہو لیکن اس کے استعمال اور چلانے سے ناواقفِ محض ہو تو وہ دشمن کے مقابلہ میں کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ اور تیر وتفنگ اور سامانِ حرب بھی ایک شخص رکھتا ہو اور اُن کا استعمال کرنا بھی جانتا ہو لیکن اس کے بازو میں طاقت نہ ہو تو بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف طریق اور طرز استعمال کا سیکھ لینا بھی کارآمد اور مفید نہیں ہوسکتا جب تک کہ ورزش اور مشق کرکے بازو میں توانائی اور قوت پیدا نہ کی جائے۔ اب اگر ایک شخص جو تلوار چلانا تو جانتا ہے لیکن ورزش اور مشق نہیں رکھتا تو میدان حرب میں جاکر جونہی تین چار دفعہ تلوار کو حرکت دے گا اور دو ایک ہاتھ مارے گا اس کے بازو نکمّے ہوجائیں گے اور وہ تھک کر بالکل بے کار ہوجائے گا اور خود ہی آخر دشمن کا شکار ہوجائے گا۔

پس سمجھ لو اور خوب سمجھ لو کہ نرا علم وفن اور خشک تعلیم بھی کچھ کام نہیں دے سکتی جب تک کہ عمل اور مجاہدہ اور ریاضت نہ ہو۔ دیکھو سرکار بھی فوجوں کو اسی خیال سے بیکار نہیں رہنے دیتی۔ عین امن وآرام کے دنوں میں بھی مصنوعی جنگ برپا کرکے فوجوں کو بیکار نہیں بیٹھنے دیتی اور معمولی طور پر چاند ماری اور پریڈ وغیرہ تو ہر روز ہوتی ہی رہتی ہے۔ .... اسی طرح نفوس انسانی کامل ورزش اور پوری ریاضت اور حقیقی تعلیم کے بغیر اعداءُ اللہ کے مقابل میدان کارزار میں کامیاب نہیں ہوسکتے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 34-36۔ جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

اپنے بڑوں کے کاموں کو نابود کرنے والے نہ بنو

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرۃ کے پانچویں رکوع ﴿یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ﴾ (البقرۃ:47) کی تلاوت کے بعد فرمایا:

’’قرآن کریم عجیب عجیب پیرائے میں نصیحتیں فرماتا ہے۔ بہادر سپاہی کی اولاد! تم بھی غور کرلو۔ کوئی اپنے آپ کو سید سمجھتا ہے۔ وہ اپنے بڑوں کی بہادری پر کتنا فخر کرتا ہے۔ کوئی قریشی کہلاتا ہے وہ سیدوں کو اپنی جزو قرار دیتا ہے۔ اسی طرح کوئی مغل ہے، کوئی پٹھان ہے، کوئی شیخ، غرض مخلوق کے تمام گروہ اپنے آپ کو کسی بڑے آدمی سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ بڑا آدمی کیوں بنا؟ اپنے اعمال سے۔ پس اگر تم ان اعمال کے خلاف کروگے تو کیا بڑے بن سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ جو بہادری انسان کو بڑا بنا سکتی ہے کیا اس بہادری کا ترک کردینا انسان کو بزدل نہیں بنا سکتا۔

مجھے ہمیشہ تعجب آتا ہے کہ انسان بڑوں کی بڑائی پر فخر کرتا ہے مگر اپنی طرف غور نہیں کرتا کہ مَیں اپنے خاندان کو بڑا بنا رہا ہوں یا اس کے غرق کرنے کے درپے ہوں۔ ایک چھوٹا آدمی ہمارے شہر بھیرہ میں بڑا بن گیا، اور بڑا ذلیل ہوگیا۔ وہ جو ذلیل ہوچکا تھا ایک دن اس بڑا بننے والے کی تحقیر کرنے لگا۔ مَیں نے اسے کہا کہ کیا تمہاری طاقت ہے کہ اس کے برابر بیٹھو یا جیسا گورنمنٹ میں اس کا اعزاز ہے اور وہ کرسی نشین ہے، کیا تم بھی کسی حاکم کے سامنے جانے کے قابل ہو۔ وہ تم سے کئی درجے اچھا ہے۔ کیونکہ اس نے نابود کو بود بنا دیا اور تم نے بود کو نابود کیا۔ اب بتاؤ کہ تم بڑے ہو یا وہ؟

پس میرے پیارو! اگر تم بڑوں کی اولاد ہو اور خدا نے تمہیں تیرہ سو برس سے عزت دی تو بڑوں کے کاموں کو نابود کرنے والے نہ بنو۔ تم خود ہی بتاؤ کہ وہ شرک کرتے، جھوٹ بولتے، دھوکہ کرتے، دوسروں کو دکھ دیتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو کیا تم ان افعال کے مرتکب ہوکر بڑے بن سکتے ہو؟ بنی اسرائیل کو تو خدا نے شام میں بڑائی دی تھی مگر اسلام نے یہاں تک معزز کیا کہ تمہیں سارے جہان میں عظیم الشان بنا دیا۔ اس نعمت کا شکر کرو کیونکہ یہ آیت ﴿اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ﴾ (البقرۃ:48)۔ تمہیں انعامات الٰہی یاد دلانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اگر تم انعام الٰہی کی ناقدری کروگے تو اس کا وعید تیار ہے۔ کیونکہ جس طرح نیکی کا پھل اعلیٰ درجے کا آرام ملتا ہے ایسا ہی بدی کا پھل بھی ذلت وادبار کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

یہود کو کفران نعمت کی سزا میں پہلے مدینہ سے نکالا گیا تو ﴿لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ﴾ (الحشر :12) کہنے والے کچھ کام نہ آئے۔ پھر جب مدینہ سے نکالے گئے تو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ بھی معاملہ ہوا۔ سپین سے ایک دن میں نکال دئے گئے۔ لاکھوں لاکھ تھے۔ جنہوں نے جانے سے ذرا چون وچرا کی ان کو عیسائی بنا لیا گیا۔ اب سیاحوں سے پوچھو اسلام کا وہاں نام نشان تک نہیں۔ مسجدیں ہیں اور چند عدالت کے کمرے۔ وہ تمہارے رُلانے کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ اسی طرح مراکش ہے۔ پھر طرابلس میں کئی لاکھ کا کتب خانہ تھا۔ نبوامیہ کی اتنی بڑی سلطنت تھی کہ ایک طرف چین اور ایک طرف فرانس سے اس کے حدود ملتے تھے مگر اب یہ حال ہے کہ کوئی اپنے بیٹے کا نام یزید یا معاویہ نہیں رکھتا یعنی جن کی مدح سرائی ہوتی تھی اب ان کا نام تک رکھنے کی روادار نہیں‘‘۔

(خطبات نور صفحہ 614-615)

فرمان آرزُو

دی ہے آواز مرشد نے پیارو چلو

(گیت)

(نظام وصیّت کی اہمیت کے پیشِ نظر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ سے وصیّت کنندگان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ کرنے کی جو آرزو بطور تحریک ظاہر کی تھی اُسے مدّ نظر رکھ کر یہ گیت الفضل انٹرنیشنل لندن کے وصیّت نمبر کے لئے بطور خاص تحریر کیا گیا لیکن تاخیر کے باعث ''وصیت نمبر'' میں شائع نہیں ہوسکا۔ (جمیل الرحمٰن)

وصیّت کیا ہے اظہار تمنّائے اطاعت ہے
اشارے پر ہو مرشد کے اگر، عُظمیٰ سعادت ہے

(الاپ)

ساتھیو ، دوستو ، جاں نثارو چلو
دی ہے آواز مُرشد نے پیارو چلو

وقت ایمان سے جب تقاضا کرے
سمجھو شاخِ عمل پر بہار آ گئی
زندگی کی نئی منزلوں کی خبر
دینے بادِ صبا مشکبار آ گئی
اک قدم اور اے کامگارو چلو

خاکداں چھوڑ کر جاں چلی جائے گی
اک نہ اک دن تو یہ بانْوری جائے گی
پی کے ہونٹوں پہ مُسکان ہو گی اگر
اس بیاکل کی بھی کچھ سنی جائے گی
مانگ کچھ اور اس کی سنوارو چلو
دی ہے آواز مرشد نے پیارو چلو

اک عمارت کی تعمیرِ نو کے لئے
خواب کے ساتھ سوزِ دروں چاہئے
گر نظامِ جہاں کو بدلنا ہے تو
عشق کافی نہیں ہے جنوں چاہئے
پاس جو کچھ ہے خوابوں پہ وارو چلو
دی ہے آواز مرشد نے پیارو چلو

روبرو آ گئی ایک فتحِ مُبیں
گردِ ایّام دُھلنے کے دن آ گئے
دیکھو نجمِ سحر کہہ رہا ہے ہمیں
بابِ اَفضال کھلنے کے دن آگئے
خیر مقدم کو اے نگہدارو چلو
دی ہے آواز مُرشد نے پیارو چلو

عشق سچا وہی جس میں ایسا لگے
یار کی آرزو بھی ہے فرماں نما
پیار گہرا وہی جس میں اچھا لگے
یار ہی کے لئے دل دھڑکتا ہوا
شش جہت سے بلٰی تم پکارو چلو
دی ہے آواز مرشد نے پیارو چلو

(جمیل الرحمٰن۔ ہالینڈ)

ادا ریہ

غلبۂ اسلام کی انسانی کوششوں کا نتیجہ اور قرآنی طریق اصلاح

روزنامہ جنگ لندن کی 4/اگست 2005ء کی اشاعت میں مشہور کالم نگار اور دانشور جناب ارشاد احمد حقانی نے اپنے کالم 'حرف تمنا' میں کسی مسلمان پروفیسر کے قلم سے عالم اسلام کی موجودہ صورتحال کا جائزہ درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اگر بیرون ملک بسنے والی مسلمان اقلیتوں کی بحالی تہذیب کی سرگرمیوں اور ان میں ہونے والی پیشرفت کا جائزہ لیا جائے تو حوصلہ ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اپنے اور بیگانے ان کوششوں کے اثرات کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں لیکن یہ خوشی اس وقت تک ہے جب تک ان کوششوں کو صرف انہی کے آئینے میں دیکھا جاتا ہے۔ مسلمان نفری کا زیادہ ہوجانا اور تہذیبی تشخص کی بحالی پر ڈٹ جانے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا لیکن جب انہی کوششوں کو فریق ثانی کی کوششوں کے برابر رکھ کر دیکھا جاتا ہے تو خوشی مایوسی اور پریشانی میں بدل جاتی ہے۔ اس لئے کہ ایک تو ممالک غیر میں خود ان کے معاشرے جو اپنی فکری بالادستی کے لئے کوشش کرتے ہیں وہ بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔ پھر ان کو وہاں سیاسی حمایت بھی حاصل ہے جبکہ مسلمان اقلیتیں اس سے محروم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ مغرب جس عالمی پیمانے کے اقدام کر رہا ہے اس کا توڑ کر لینا مسلمان اقلیتیں تو درکنار مسلمان ممالک کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ ان کے سیاسی، اقتصادی، تعلیمی، فوجی اور ثقافتی حملوں کی یلغار میڈیا، اقوام متحدہ اور ان کے علاقائی اتحادوں کی صورت میں وہ غارت گر اثرات ڈال رہے ہیں کہ امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اس سیلاب میں اس طرح بہتی جارہی ہے جس طرح کوئی تنکا پانی کے ریلے میں بہتا جارہا ہو''۔

اس مایوسی اور پریشانی پیدا کرنے والی صورت حال کے مقابل پر غلبۂ اسلام کے سلسلہ میں کی جانے والی مختلف تحریکات اور کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غلبۂ اسلام کی کوششوں میں ہمارے ہاں کبھی خلا واقع نہیں ہوا۔ ان میں ائمہ اربع کا کردار، حضرت امام ابن تیمیہ، امام غزالی، ابن رشد، کندی، فارابی، ابن سینا کے علاوہ قندو بخارا میں حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم وغیرہ اور ان کے دیگر ہم عصر رفقاء، برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ ایسے نام ہیں جو اپنی ذات میں ایک انجمن اور تحریک تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، سرسید احمد خان، علامہ اقبال اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سید سلیمان ندوی اور اہل دیوبند اور بریلوی نے کون سی کسر اٹھا رکھی کہ کوتاہی جدوجہد کا افسوس کیا جائے؟ حضرت جمال الدین افغانی، عمر بھر اتحاد امت کے لئے کوشاں رہے لیکن ناکام رہے۔ مفتی محمد عبدہ اور ان کے شاگرد علامہ رشید رضا اپنے نقطہ نظر کے مطابق کہ غلبہ امت کا راز علمی ترقی میں ہے جمال الدین افغانی سے اختلاف کرتے رہے۔ یہ علمی اختلاف تھا جو ایک معمول کی بات ہے لیکن کہنے کی بات یہ ہے کہ نہ جمال الدین افغانی اتحاد امت کو قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور نہ دوسرا مکتبہ فکر عالم اسلام میں کوئی علمی انقلاب برپا کرسکا۔ امت مسلمہ آج بھی منتشر و پراگندہ حال ہے اور ان کا علمی مرتبہ آج بھی دنیا میں سب سے کمتر ہے''۔

اپنے اس جائزہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اور خاص طور پر برصغیر میں ہونے والی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ تحریر کرتے ہیں:

''غلبۂ اسلام اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے کوششیں کتنی ہوئیں ان کا اندازہ برصغیر پاک و ہند کو دیکھ کر ہی لگایا جاسکتا ہے۔ جماعت اسلامی کا قیام اسی غرض کے لئے تھا کہ اسلامی نظام کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یہ ایک زبردست تحریک تھی جس نے نہ صرف عامۃ المسلمین میں امید کی شمع روشن کردی بلکہ اغیار کے کاشانوں پر بھی برق بن کر گری۔ جب مولانا مودودی .... نے یہ نعرہ دیا تھا کہ قرآن وسنت کی دعوت لے کر اٹھو اور دنیا پر چھا جاؤ۔ اور یہ کہ وہ وقت ضرور آئے گا جب اشتراکیت کو ماسکو میں، سامراجیت کو واشنگٹن میں اور الحاد کو پیرس میں پناہ نہیں ملے گی تو دشمنوں کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ معاشرے کو ایک جذبہ عطا ہوا تھا اور پھر یہ کہ یہ ایک انتہائی منظّم کوشش تھی جس کی مثال عام نہیں ملتی۔ لیکن کیا ہوا؟ نہ صرف یہ کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام عمل میں نہ آسکا بلکہ خود جماعت اسلامی پر بڑھاپا طاری ہوگیا۔ جماعت اسلامی تنہا ہی نہیں جمعیت علمائے اسلام اور جمعیت علماء پاکستان بھی

باقی اداریہ صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

تقریر برموقع جلسہ سالانہ U.K 2005ء

اسلام کی نظر میں دیگر مذاہب کا مقام

(مبشر احمد کاہلوں۔ ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد ومفتئ سلسلہ)

اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ اللہ تعالیٰ اس دنیا کا خالق ہے۔ اس نے دنیا کے تمام علاقوں میں بسنے والی تمام اقوام کے لئے جس طرح ان کی جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا ہے اسی طرح اس نے تمام قوموں کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے ان میں اپنے انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے۔ جنہوں نے آکر اپنی اپنی اقوام کو تبلیغ اور تعلیم کے ذریعہ خالق حقیقی کا چہرہ دکھلایا، ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کا حقدار بنایا، ان کی سماجی اور معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کر کے انہیں ترقیات سے نوازا۔ اگر ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کا سامان نہیں کیا، انہیں اپنی محبت اور معرفت کا جام پلانے سے محروم رکھا اور صرف کسی خاص قوم کی ہدایت کا انتظام کیا اور باقی تمام اقوام اس کی ہدایت اور راہنمائی سے محروم رہیں تو پھر وہ خدا کسی خاص قوم کا ربّ تو کہلا سکتا ہے رَبُّ الْعٰلَمِیْن نہیں ہو سکتا۔ اس کا رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہونا تقاضا کرتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کی جسمانی ضروریات کے انتظام کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی ضروریات کا بھی انتظام کرے۔

قرآن کریم ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کی سچائی اپنے ماننے والوں کے دلوں میں داخل کر کے انہیں یہ بتاتا ہے کہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ﴾ (فاطر:25) کہ ہر قوم میں خدا کی طرف سے ڈرانے والے آئے اور ساتھ اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس امر کا اقرار نہ کرے کہ تمام قوموں میں آنے والے انبیاء سچے اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے اور انہوں نے جو تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کیں وہ من گھڑت نہیں تھیں بلکہ وہ خدا کی وحی کے نتیجہ میں پیش کی گئی تھیں اور انہوں نے جو کتابیں اپنی قوموں کے سامنے پیش کیں وہ سچی تھیں اور خدا کی طرف سے نازل شدہ تھیں۔ چنانچہ فرمایا ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ﴾ (البقرۃ: 286) کہ حضرت محمد ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے نہ صرف یہ کہ حضرت محمد ﷺ پر اترنے والے الٰہی کلام پر ایمان لاتے ہیں بلکہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی تمام اقوام میں آنے والی کتابوں اور تمام ملکوں میں مبعوث ہونے والے خدا کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے اعتبار سے ہم خدا کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے کہ کسی رسول کو مانیں اور کسی کا انکار کر دیں۔

جب تک کوئی شخص دنیا کی تمام اقوام میں نازل ہونے والی الٰہی کتابوں اور ان قوموں میں مبعوث ہونے والے تمام انبیاء کی سچائی پر ایمان نہیں لاتا اس وقت تک وہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم نے نمونے کے طور پر عرب اور عرب کے ماحول میں آنے والے بعض انبیاء اور آسمانی کتابوں کا نام لے کر ذکر فرمایا ہے مگر ساتھ ہی فرمایا کہ انبیاء صرف یہی نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آگیا ہے بلکہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ۔﴾ (المؤمن:79) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے تھے، بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے کر دیا ہے اور بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے نہیں کیا۔

اس فرمان خداوندی سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ تا مسلمان حسن ظن سے کام لیں اور دنیا کے ہر ایک حصے کے نبی کو جو گزر چکے ہیں عزت اور تعظیم سے دیکھیں۔ یعنی دنیا کی تمام قوموں میں جن جن وجودوں کو خدا تعالیٰ نے دنیا میں قبولیت دی اور ان کی محبت اور عظمت کا سکہ کروڑہا انسانوں کے دلوں میں بٹھا دیا وہ دروغگو اور مفتری نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ افترا پردازوں کو اپنے مقبولوں کی مانند قبولیت نہیں دیا کرتا۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:۔

”جب خدا تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو اہل زمین کے دلوں میں اس کی مقبولیت پھیلا دیتا ہے“۔

"پس اسلام کی اس تعلیم کے نتیجہ میں دنیا کی تمام اقوام اور تمام مذاہب کے ایسے افراد جنہیں وہ پیشوا کا مقام دیتے ہیں اہل اسلام انہیں خدا کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اور دلی محبت سے ان کا احترام کرنے کے پابند ہیں۔

قرآن کریم تمام اقوام کے انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (نحل:37) یعنی ہم نے یقیناً ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ اے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اور حد سے بڑھنے والے سے کنارہ کش رہو۔

اسی طرح فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (انبیاء: 26) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہم ان میں سے ہر ایک کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ایک ہی خدا ہوں۔ پس صرف میری ہی عبادت کرو۔

ان دونوں آیات میں قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی کہ دنیا کی تمام اقوام میں آنے والے اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کرنے، اس کا عبد بننے اور اس کی صفات کے رنگ میں رنگین ہونے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ۔ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ﴾ (انبیاء:74) اور ہم نے ان نبیوں کو لوگوں کا امام بنایا وہ ہمارے حکم سے ان کو ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔

اسی طرح فرمایا ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ﴾ (البینۃ:6) کہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور عبادت کو صرف اس کیلئے مخصوص کر دیں اس حالت میں کہ وہ اپنے نیک میلانوں میں ثابت قدم رہنے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی ہمیشہ قائم رہنے والا دین ہے۔

قرآن کریم تمام انبیاء کو نہ صرف یہ کہ سچا قرار دیتا ہے بلکہ اس امر کا بھی اعلان کرتا ہے کہ وہ دنیا کیلئے نمونہ تھے اور انہوں نے کبھی بھی گناہوں کا ارتکاب نہیں کیا۔ فرمایا ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ۔ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَھُمْ مِّنْ خَشْیَتِہٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ (انبیاء:27 تا29) کہ یہ خدا کے ایسے بندے ہیں جن کو خدا کی طرف سے عزت ملی ہے۔ وہ خدا کی بات سے ایک لفظ بھی زیادہ نہیں کہتے اور اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ وہ خدا اس کو بھی جانتا ہے جو انہیں آئندہ پیش آنے والا ہے اور جو وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اور وہ سوائے اس کے جس کیلئے خدا نے یہ بات پسند کی ہو، کسی کیلئے شفاعت نہیں کرتے اور وہ اس کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے انبیاء کی بابت یہ اعلان فرمایا ہے کہ خدا کے یہ پیارے بندے ہر طرح سے معصوم ہوتے ہیں، نہ تو یہ قولی گناہ کرتے ہیں، نہ ہی فعلی گناہ کرتے ہیں اور نہ ہی قلبی گناہ کرتے ہیں۔

قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی زندگی اور ان کے نمونوں کو اپنائیں۔ چنانچہ قرآن کریم عرب اور اسکے ماحول میں بسنے والی اقوام میں آنے والے انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ﴾ (انعام:91) ان لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی۔ پس تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

انسانی معاشرہ میں ارتقاء کا قانون جاری ہے۔ ابتدائی زمانہ میں جبکہ انسانوں کی ذہنی اور علمی حالت ابتدائی مراحل میں سے گزر رہی تھی ان کے مختلف اقوام اور ممالک کے ساتھ میل جول اور روابط بھی نہیں تھے، اس وقت ان قوموں میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے ذریعہ انہیں دو قسم کی تعلیمات دی گئیں۔ ایک وہ جو دائمی اصول اور ابدی صداقتیں تھیں اور دوسری وہ تعلیمات جو ان زمانوں اور ان قوموں کے مخصوص حالات کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی حیثیت عارضی تعلیمات کی تھی۔ نبیوں کے بعد ان کی قوموں میں جب آہستہ آہستہ بگاڑ پیدا ہوا تو بعض لوگوں نے ان کی تعلیمات میں موجود حقیقت پر مشتمل امور کو استعارہ قرار دے دیا اور بعض نے بعض استعاروں کو غلط فہمی سے حقیقت پر محمول کر لیا۔ بعض نے اپنی کم فہمی سے جو غلط تشریحات کیں اور بعض لوگوں نے ضد اور شرارت سے جو باتیں اپنے نبیوں کی طرف منسوب کیں وہ آہستہ آہستہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ نبیوں کی تعلیمات کا حصہ قرار دے دی گئیں۔ جس کے نتیجے میں بعد میں آنے والی قوموں میں نبیوں اور ان کی تعلیمات کی طرف غلط باتیں پھیل گئیں اور اس طرح باہم اختلافات جنم لینے لگے۔ جب انسانی معاشرہ اپنی ذہنی استعداد کے لحاظ سے بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا اور قوموں کے آپس کے میل ملاقات اور آمدورفت کے سامان پیدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ گزشتہ تمام انبیاء کی تعلیمات میں جو وقتی ضروریات کے مطابق عارضی تعلیمات اور ہدایات تھیں انہیں منسوخ کر کے ان کی جگہ ابدی تعلیمات پیش کی گئیں جو اٹل ہیں اور دنیا کی تمام اقوام کیلئے قابل عمل ہیں اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہیں اور گزشتہ انبیاء نے جو دائمی اور ابدی صداقتیں اپنی قوموں کو سکھائی تھیں انہیں اسلام میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اب اسلام دنیا کی تمام اقوام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا تمام قوموں کیلئے رسول بن کر آئے ہیں۔ آپ کا پیغام پوری انسانیت کیلئے راہنما بن کر آیا ہے۔ اور پھر فرمایا ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ۔ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ (نحل: 65) یعنی ہم نے اس کتاب کو تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ جس بات کے متعلق انہوں نے باہم اختلاف پیدا کر لیا ہے اس کی اصل حقیقت کو تو ان پر روشن کرے۔ چنانچہ قرآن کریم دنیا کی تمام اقوام کو ان کے اندر پیدا شدہ خرابیوں کی اصلاح کی جانب توجہ دلاتا ہے اور انہیں ان خرابیوں کو دور کرنے اور اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فرماتا ہے کہ کسی مذہب اور اس کے ماننے والوں پر کوئی زبردستی کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا ﴿لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔﴾ (بقرہ:257) یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ نیز فرمایا ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ﴾ (الکہف:30) کہ اے نبی تو اعلان کر دے کہ سچائی تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کر دے۔

اسلام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو بلانے کیلئے یہ نصیحت کرتا ہے کہ ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ (النحل:126) کہ اے رسول تو لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بلا اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو ان سے ان کے اختلافات کے متعلق بحث کر۔

اسلام دیگر مذاہب کے افراد کو اپنے غلط عقائد اور نظریات کو ماننے اور ان کی تبلیغ کرنے، اپنے نظریات کے مطابق عبادت کرنے اور عمل کرنے سے زبردستی منع نہیں کرتا بلکہ انہیں ہر طرح کی آزادی دیتا ہے۔

چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جب سرزمین عرب کا حکمران بنایا تو وادی نجران کے مسیحی پادریوں کا وفد آپ سے ملنے مدینہ آیا۔ انہوں نے کئی دن تک مدینہ میں قیام کیا اور مسجد نبوی کے اندر بیٹھ کر وہ اپنے عقائد الوہیت مسیح اور تثلیث کی سچائی کے دلائل دیتے

رہے اور آپ کے ساتھ ان عقائد پر مباحثہ کرتے رہے۔ آپ علمی دلائل کے ساتھ ان کے نظریات کی تردید تو کرتے رہے مگر انہیں اپنے عقائد کی سچائی ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش کرنے سے نہ روکا۔ بلکہ ایک دن وہ گفتگو چھوڑ کر مسجد نبوی سے باہر جانے لگے تو آپ نے جانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت کا وقت ہے ہم باہر جا کر عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا عبادت کیلئے مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ہماری مسجد کے اندر ہی اپنے طریق کے مطابق عبادت کریں۔ چنانچہ وادی نجران کے مسیحی پادری جو صلیب کے پجاری تھے وہ مسجد نبوی کے اندر ہی بیٹھ کر آپ کی اجازت سے اپنی صلیبیں نکال کر اپنے طریق عبادت کے مطابق عبادت کرتے رہے۔

اسلام مسلمانوں کو اسلامی مساجد کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا﴾(الحج:41) کہ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے شرارت سے باز نہ رکھتا تو عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کی عبادت گاہیں، متفرق مذاہب کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اعلان کیا کہ مسلمانوں کی صرف یہی ذمہ داری نہیں کہ وہ اپنی مساجد کو تخریب کاروں کے ہاتھوں سے بچائیں بلکہ دیگر مذاہب کی عبادت گاہیں بھی تخریب کاری اور مسماری سے بچائی جائیں۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے 4ھ میں سینٹ کیتھرائن متصل کوہ سیناء کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو ایک امان لکھ کر دی، جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمان عیسائیوں کے گرجوں، راہبوں کے مکانوں اور زیارت گاہوں کو ان کے دشمنوں سے بچائیں اور تمام مضر اور تکلیف دہ چیزوں سے ان کی حفاظت کریں، نہ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا جائے اور نہ ہی کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے اور نہ کوئی زائر اپنی زیارت سے روکا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کے مکان اور مسجدیں بنانے کے لئے عیسائیوں کے گرجے مسمار کئے جائیں۔

قیصر روم کی بار بار عہد شکنی، سرکشی اور سرحد پر قتل وغارت سے ہارون الرشید تنگ آ گیا تھا۔ ایک روز نہایت غصہ سے اس نے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف سے پوچھا کہ عہد اسلامی میں عیسائیوں کے گرجے کیوں محفوظ رہے اور کس نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ شہروں میں اعلانیہ صلیب کا جلوس نکالیں۔ اس پر امام ابو یوسف نے بڑی جرأت سے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب رومی ممالک فتح ہوئے تو عیسائیوں کو یہ لکھ کر دے دیا گیا تھا کہ تمہارے گرجے محفوظ رہیں گے اور تمہیں اپنے مذہبی اعمال بجالانے اور صلیب نکالنے میں پوری آزادی ہوگی۔ پس اب کسی کو اختیار نہیں کہ بنیادی حقوق سے تعلق رکھنے والے اس حکم کو منسوخ کر دے۔

غیر مسلم ماں باپ جو مشرک ہوں اور اپنی مسلمان اولاد کو شرک اور بت پرستی کی تبلیغ کریں تو اسلام نے ایسے غیر مسلم والدین پر بھی سختی کرنے یا انہیں سزا دینے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ فرمایا﴿ وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ۔فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾(لقمان:16) یعنی اگر تیرے مشرک اور بت پرست والدین دونوں تجھ سے بحث کریں اور پوری کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو تُو ان دونوں کی یہ بات مت ماننا۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھنا اور دینی معاملات میں اس شخص کے پیچھے چلنا جو میری طرف جھکتا ہے۔

ایسے لوگ جو اپنے بزرگوں یا دیگر اشیاء کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کی بابت قرآن کریم فرماتا ہے ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ (انعام:109) یعنی وہ چیزیں جنہیں دوسرے مذاہب والے عزت وتوقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے بت وغیرہ جنہیں وہ اللہ کے سوا دعاؤں میں پکارتے ہیں، انہیں گالیاں نہ دو۔ ورنہ وہ دشمن ہو کر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

یہ کتنی اعلیٰ تعلیم ہے جو اسلام نے دی ہے۔ دوسرے مذاہب کے جو بزرگ سچے تھے ان کے متعلق تو فرمایا کہ انہیں مان لو اور جو چیزیں سچی نہ تھیں ان کے متعلق کہہ دیا کہ انہیں برا بھلا نہ کہو۔

اسلام دیگر مذاہب اور ان کے ماننے والوں سے نفرت کی تعلیم نہیں دیتا البتہ معاشرے کو جرائم پیشہ افراد کے شر سے بچانے کیلئے اور لوگوں کے جان ومال اور عزت کی حفاظت کی خاطر مجرم کو سزا دینے کی تعلیم دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ مجرم اہل اسلام میں سے ہے یا غیر مسلم افراد میں سے، لیکن دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے نفرت کا سلوک نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت رسول پاک ﷺ یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کو مسجد نبوی میں بٹھاتے تھے، مسجد کے اندر ہی ان سے گفتگو کرتے تھے بلکہ غیر مسلم جنگی قیدیوں کو بھی بعض اوقات مسجد کے اندر ہی رکھتے تھے۔ ان کے خیالات کو غلط کہتے تھے اور علمی دلائل کے ساتھ انہیں غلط خیالات سے دستبردار ہونے کی نصیحت کرتے تھے۔ لیکن بعض دیگر اقوام کی طرح آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ غیر مسلموں سے نفرت کا سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں اپنے گھروں میں بھی لے جاتے، انکی مہمان نوازی کرتے تھے، ان کو اپنے برتنوں میں کھلاتے پلاتے، اپنے بستروں میں سلاتے بلکہ ایسے غیر مسلم جو کوئی ایسا کھانا پکائیں جو اسلامی شریعت کی رو سے حلال ہو تو اسے کھانے کی اسلام نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا﴿وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ﴾ (مائدہ:6) کہ اہل کتاب کا پکا ہوا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔

آنحضرت ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوگئی تو تاریخ اسلام میں قائم ہونے والی یہ سب سے پہلی اسلامی ریاست تھی۔ آپ نے مدینہ کا نظم ونسق چلانے کیلئے اہل مدینہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا جسے تاریخ اسلام میں میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کی رو سے مدینہ کی ریاست میں مسلمانوں، مشرکین اور یہود کو برابر کے حقوق شہریت دیئے گئے ہیں۔

تمام دنیاوی معاملات میں اسلام تمام انسانوں کو مساوی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ نے فرمایا کہ تمام انسان برابر ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی سرخ کو سیاہ رنگ کے انسان پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

دوسرے مذاہب کے ماننے والے افراد دو قسم کے ہوں گے۔ شرفاء اور جرائم پیشہ۔ دونوں کی بابت قرآن کریم فرماتا ہے کہ ﴿لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾۔ (الممتحنہ:10,9) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نیکی کرنے اور عدل کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے نہیں لڑے اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر تمہارے دوسرے دشمنوں کی مدد کی۔ اور جو لوگ بھی ایسے لوگوں سے دوستی کریں وہ ظالم ہیں۔

اس قرآنی تعلیم کی روشنی میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی مدینہ میں بسنے والے شریف یہودیوں کے ساتھ دوستی تھی۔ آپ ان سے لین دین بھی کرتے تھے، ان کی بیمار پرسی کے لئے بھی جایا کرتے تھے اور اگر کوئی غیر مسلم فوت ہو جاتا اور آپ اس کا جنازہ جاتا ہوئے دیکھتے تو اس کے احترام میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے جس پر آپ کی اتباع میں آپ کے صحابہؓ بھی غیر مسلم کا جنازہ جاتے دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ﴿ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَانُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا﴾(الدھر: 10,9) یعنی اسلام کی نگاہوں میں جو لوگ نیک ہیں وہ خدا کی محبت کے حصول کیلئے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اے لوگو ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کیلئے کھانا کھلاتے ہیں۔ نہ ہم تم سے کوئی جزا طلب کرتے ہیں اور نہ ہی تمہارا شکر چاہتے ہیں۔

اسلام کی رو سے صرف ان لوگوں کو قیدی بنانے کی اجازت ہے جو میدان جنگ سے گرفتار کئے جائیں۔ جو غیر مسلم میدان جنگ سے گرفتار کر کے جنگی قیدی بنائے جاتے تھے وہ ایسے لوگ ہوتے تھے جنہوں نے گرفتار ہونے سے پہلے اہل اسلام کے خلاف ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کیا ہوتا تھا۔ لیکن فرمایا کہ ایسے غیر مسلم افراد بھی جب تمہارے پاس قید ہوں تو ان کی دنیاوی ضروریات کو پورا کرو۔ چنانچہ حضرت رسول پاک ﷺ نے اس آیت کی روشنی میں اپنے صحابہ کو جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی۔ فرمایا جو خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ۔ صحابہ بسا اوقات خود تنگی برداشت کر لیتے تھے مگر اپنے غیر مسلم جنگی قیدیوں کو خوراک مہیا کرتے تھے۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے تمام افراد برے ہیں بلکہ انکی بابت متوازن تعلیم دیتا ہے۔ جہاں ان کی خامیاں بیان کرتا ہے وہاں ان کی خوبیوں کا بھی اقرار کرتا ہے۔ اہل کتاب کی بابت فرمایا ﴿اَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾(آل عمران:111) کہ ان میں اکثر نافرمان ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ سارے کے سارے نافرمان ہیں۔

پھر فرمایا﴿وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ﴾(آل عمران:76) یعنی اہل کتاب میں سے بعض ایسے دیانتدار ہیں کہ اگر تو انہیں مال کا ایک ڈھیر امانت کے طور پر دیدے تو وہ اسے تجھے واپس کر دیں گے اور ذرہ برابر بھی خیانت نہیں کریں گے۔

اسی طرح فرمایا﴿ لَیْسُوْا سَوَآءً۔ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ۔ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ۔ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ﴾

(آل عمران 114 تا 116)

یعنی اہل کتاب سب کے سب برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہے جو اپنے عہد پر قائم ہے۔ وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کو پڑھتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں۔ وہ اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیکی کی ہدایت کرتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور یہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔ اور جو نیکی بھی وہ کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔

بعض مفسرین ان آیات کا مصداق ایسے مسلمانوں کو قرار دیتے ہیں جو قبول اسلام سے پہلے یہودی یا عیسائی تھے۔ مگر ان کی یہ تشریح درست نہیں کیونکہ جس نے اسلام قبول کر لیا قبول اسلام کے بعد وہ تو اہل قرآن اور اہل اسلام کا حصہ بن گیا۔ لیکن یہ آیات جن لوگوں کی تعریف کر رہی ہیں انہیں مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ کہہ کر ان کے اہل قرآن ہونے کی بجائے اہل کتاب ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔ اور یہ آیات بتا رہی ہیں کہ

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

لیڈیز کپڑے کی مکمل کولیکشن
اب آپ سے صرف ایک Click دور!
انٹرنیٹ سے ابھی چوائس کریں اور پوری دنیا میں گھر بیٹھے ڈلیوری پائیں
www.woostyles.co.uk
Terms and Conditions applied

خطبہ جمعہ

اگر اصلاح معاشرہ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں تو اپنے گھر سے اصلاح شروع کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں کو اعلیٰ اخلاق پر قائم کرنے کے لئے ہمیشہ نرمی، محبت، شفقت سے پُرنصیحت سے کام لیا کرتے تھے۔

صحابہ کی زندگیوں میں جو انقلاب پیدا ہوا وہ آپ کی تعلیم و تربیت اور اس قوت قدسی کا نتیجہ تھا جو آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئی تھی۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 19 اگست 2005ء بمطابق 19 ظہور 1384 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾۔

(سورۃ ال عمران آیت نمبر165)

ایک زمانہ تھا جب عرب دنیا کے لوگوں کو باہر کی دنیا، دوسری دنیا ایک معمولی حیثیت دیتی تھی اس لحاظ سے کہ بعض علاقے کے لوگوں کو بالکل جاہل اور اجڈ سمجھا جاتا تھا۔ اِکّا دُکّا ان کے شہروں میں پکے مکان یا پتھر کے مکان ہوتے تھے اور اکثریت جھونپڑا نما مکانوں میں رہا کرتی تھی۔ اور دیہاتی ماحول تو بالکل ہی عارضی جھونپڑیوں کا ماحول تھا۔ اور جس طرح دنیا ان کو جاہل اجڈ سمجھتی تھی عملاً تہذیب سے یہ بالکل عاری لوگ تھے۔ حالت ان لوگوں کی یہ تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑائیاں ہوتی تھیں تو سالوں چلا کرتی تھیں۔

اسی طرح کی ایک لڑائی کا قصہ ہے ایک جنگ کا، کہ ایک دفعہ ایک پرندہ ایک درخت پر گھونسلے میں اپنے انڈوں پر بیٹھا ہوا تھا تو عربوں کے سرداروں میں سے ایک جب وہاں سے گزرا اس نے اس کی طرف پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس کو دیکھ کر کہا کہ تو میری پناہ میں ہے۔ اگلے دن گیا تو دیکھا کہ وہ انڈے ٹوٹے پڑے ہیں، زمین پہ گرے ہوئے ہیں، گھونسلہ بھی بکھرا ہوا ہے اور وہ چڑیا یا جو بھی پرندہ تھا بڑی دردناک حالت میں درخت پر بیٹھا تھا۔ اس شخص نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک اونٹنی نظر آئی جو وہاں چر رہی تھی، اسے یقین ہو گیا کہ یہ گھونسلہ گرانے والی یہی اونٹنی ہے۔ وہ اونٹنی ایک دوسرے قبیلے کے کسی سردار کے کسی مہمان کی تھی۔ وہ اس کے پاس گیا کہ آج تو مَیں نے اس اونٹنی کو چھوڑ دیا ہے لیکن اگر آئندہ یہ اس طرف آئی تو مَیں اس کو مار دوں گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ اونٹنی اس پہلے شخص جس نے یہ وارننگ دی تھی اور چڑیا کو پناہ دی تھی اس کے ریوڑ کے ساتھ مل کر پانی پینے لگی۔ جانور مل جایا کرتے ہیں۔ اس نے اُس اونٹنی کو تیر مار دیا۔ وہ زخمی ہو کے دوڑی اور جہاں اس کا مالک ٹھہرا ہوا تھا وہاں دروازے پہ جا کے گری اور مر گئی۔ تو جس شخص کا یہ مہمان تھا جس کی اونٹنی مری وہاں شور پڑ گیا کہ دیکھو جی ہماری عزت برباد ہو گئی، ہمارے مہمان کی اونٹنی کو مار دیا۔ اس نے اس اونٹنی مارنے والے کو جا کے قتل کر دیا۔ اور اس طرح جنگ شروع ہوئی اور 40 سال تک یہ جنگ جاری رہی۔ اس کی ایک لمبی تفصیل ہے، مَیں نے مختصر طور پر بتایا ہے۔

تو یہ تھی اس وقت عرب کے اجڈ پنے اور جہالت کی حالت۔ اور ان عربوں کو اپنی ان باتوں پر بڑا فخر تھا۔ عورت کی عزت نہیں تھی، لڑکی پیدا ہوتی تو اسے مار دیا جاتا۔ تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ شراب خوری، جوا اور زنا کو بڑائی کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ بڑے فخر سے اس کو بیان کیا جاتا تھا۔ غرض کہ ان لوگوں کے اخلاق انتہائی گرے ہوئے تھے۔ زندگی کا کوئی پہلو بھی لے لو ذلیل ترین حرکتیں ہوا کرتی تھیں۔

پھر وہ زمانہ آیا جس کا اللہ تعالیٰ، اس آیت میں جو مَیں نے تلاوت کی ہے، ذکر فرماتا ہے کہ یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب اس نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ پس اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر ان لوگوں کو پاک کیا۔ ان کو حکمت کی باتیں سکھائیں۔ ان کو بتایا کہ معاشرے میں کس طرح رہنا ہے، تہذیب کیا ہے، تمدن کیا ہے۔ ان کو خاندان کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی یعنی گھر کی سطح پر بھی جو رشتوں کی ذمہ داریاں ہیں ان کے بارے میں بتایا۔ آپس میں کس طرح ایک دوسرے کو اخلاق دکھانے ہیں اس کے بارے میں بتایا۔ اور پھر ایک شہری کی حیثیت سے کس طرح رہنا ہے وہ اخلاق سکھائے، ان کے بارے میں تعلیم دی۔ پھر تم نے اپنے ہمسائے کے ساتھ کس طرح رہنا ہے۔ اس کے کیا اخلاق تمہیں دکھانے چاہئیں۔ تم نے بحیثیت ماتحت کس طرح رہنا ہے، کن اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔ تم نے بحیثیت افسر اپنی زندگی کس طرح گزارنی ہے۔ غرض کہ معاشرے کے مختلف درجات میں ایک فرد پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور جس جس حیثیت سے ایک شخص نے جس طرح اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے وہ انہیں سکھایا یعنی اجڈ اور جاہل لوگوں کو بااخلاق انسان بنایا اور پھر انہیں باخدا انسان بنایا۔ وہ لوگ جو خدائے واحد کے تصور سے ناواقف تھے انہیں اعلیٰ اخلاق کے ساتھ ساتھ ایک خدا کے حضور جھکنے والا اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے والا بنایا اور پھر اعلیٰ اخلاق کے بھی ایسے نمونے ان سے قائم کروائے جو مثال بن گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ انقلاب اس رسول اور معلّمِ اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سکھانے اور اس کے خدا تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت قدسی عطا ہوئی اس کا نتیجہ تھا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس میں آپؐ نے اخلاق کے اعلیٰ نمونے قائم نہ کئے ہوں۔ اور نہ صرف خود قائم کئے بلکہ اپنے ماننے والوں میں بھی قائم فرمائے۔ ان سب کو بیان کرنا تو ممکن نہیں، چند مختلف نمونوں کو مَیں مختلف جگہوں سے پیش کرتا ہوں جس سے آپؐ کے معلم اخلاق ہونے کی کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہم پر اس احسان کی وجہ سے اس کے آگے سر جھکتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ آپؐ نے اپنی امت سے یہی توقع رکھی ہے کہ امت کا ہر فرد اُن اعلیٰ اخلاق کو اپنائے۔

اپنے ماننے والوں کو بااخلاق اور باخدا بنانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کیا کہ ﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الذاریٰت:56) اور تو نصیحت کرتا چلا جا پس یقیناً نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ آپؐ کی نصیحت کا انداز بھی عجیب تھا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم تھا کہ نرمی اور پیار سے اپنے ماننے والوں سے سلوک کرنا ہے۔ اس لئے آپؐ نے اپنوں یعنی اپنے قریبی عزیزوں، بچوں سے بھی سمجھانے کے لئے نرمی اور محبت اور شفقت کے سلوک فرمائے اور امت کے دوسرے افراد سے بھی، اپنے صحابہؓ سے بھی۔ اور ہمیشہ اس حکم کو مدنظر رکھا کہ تیرا کام نصیحت کرنا ہے آرام سے نصیحت کرتا چلا جا۔ اور ایک اعلیٰ

معلم کا یہی نمونہ ہونا چاہئے۔ آپؐ نے ہمارے سامنے یہ نمونہ قائم کیا کہ اگر اصلاح معاشرہ کے لئے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں تو اپنے گھر سے اصلاح شروع کرو۔ اس کا اثر بھی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔ ان راستوں پر چلو اور ان کو چلاؤ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف لے جانے والے راستے ہیں، جو اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے والے راستے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے جن پر شرعی احکامات کا خاتمہ ہوا، آخری شرعی نبی تھے آپؐ نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے تھے۔ چنانچہ چھوٹی سے چھوٹی بات کی طرف بھی آپؐ اپنے گھر والوں کو توجہ دلاتے اور ان کی تربیت فرماتے تھے، لیکن انتہائی صبر سے، حوصلے سے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چھ ماہ تک فجر کی نماز کے لئے جاتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے دروازے کے پاس سے یہ فرما کر گزرتے رہے کہ: اے اہل بیت! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُاللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا﴾ (الاحزاب:34) کہ اے اہل بیت! اللہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کرنا چاہتا ہے اور تم کو اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔ (ترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورة الاحزاب)

یہ ہے نصیحت کا عمدہ طریقہ۔ کوئی غصہ نہیں لیکن مسلسل نصیحت ہے۔ اپنے گھر والوں کو، اپنے بچوں کو ان کے مقام اور ذمہ داریوں کی طرف احساس بھی دلایا جا رہا ہے کہ تمہارا اصل کام خدا تعالیٰ کی طرف جھکنا اس کی عبادت کرنا ہے اور اس میں معیار قائم کرنا ہے۔

ایک اور حدیث میں اسی طرح نصیحت کرنے کا ذکر آتا ہے اور اس سے آپؐ کے نصیحت کے رنگ اور وصف کا پتہ لگتا ہے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ رات کو ہمارے گھر تشریف لائے۔ اور مجھے اور فاطمہ کو تہجد کے لئے بیدار کیا۔ پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور کچھ دیر نوافل ادا کئے۔ اس دوران ہمارے اٹھنے کی کوئی آہٹ وغیرہ محسوس نہ کی تو دوبارہ تشریف لائے اور ہمیں جگایا اور فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مَیں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور کہا خدا کی قسم! جو نماز ہمارے لئے مقدر ہے ہم وہی پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں وہ جب چاہے ہمیں اٹھا دے۔ رسول کریمؐ واپس لوٹے۔ آپؐ نے تعجب سے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے میرا ہی فقرہ دوہرایا کہ ہم کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے سوائے اس کے جو ہمارے لئے مقدر ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کہ ﴿وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا﴾ (سورة الکھف:55) کہ انسان اکثر باتوں میں بحث کرنے والا ہے۔ (مسند احمد جلد 1 صفحہ 91)

تو آپؐ ڈانٹ بھی سکتے تھے، سرزنش بھی کر سکتے تھے لیکن بڑے آرام سے نصیحت فرمائی۔ یہ بھی بچوں کو سمجھا دیا کہ یہ تو مَیں سمجھاتا رہوں گا بتاتا رہوں گا، بلاتا رہوں گا، میرا کام نصیحت کرنا ہے اور یہ جو تم نے بات کی ہے یہ غلط ہے۔ بہت بحث کرنے والا انسان ہے۔ بحث کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آپؐ چاہتے تھے کہ آپؐ کی اولاد سادگی سے زندگی بسر کرنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والی ہو عبادت کرنے والی ہو اور اس میں معیار حاصل کرنے والی ہو۔ دنیا کی چیزوں سے انہیں کوئی رغبت نہ ہو۔ لیکن یہ بات پیدا کرنے کے لئے آپؐ نے کبھی سختی نہیں کی۔ یا تو آرام سے سمجھاتے تھے یا اپنے رویّے سے اس طرح ظاہر کرتے تھے کہ ان کو خود ہی احساس ہو جائے۔

چنانچہ اس ضمن میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ثعبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ جب کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر پر اپنے گھر والوں میں سے حضرت فاطمہؓ سے ملتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ جب آپؐ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ کے ہاں گئے۔ جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے چاندی کے دو کڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ کے بڑے لاڈلے نواسے تھے۔ جب آپؐ نے یہ دیکھا آپؐ گھر میں داخل نہ ہوئے۔ بلکہ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ بھانپ گئیں کہ آپ ﷺ کو ان چیزوں نے گھر میں داخل ہونے سے روکا ہے۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے پردہ پھاڑ دیا اور بچوں کے کڑے لے کر توڑ دیئے۔ اور اس کے بعد دونوں بچے روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس گئے۔ حضور ﷺ نے ان میں سے ایک بچے کو اٹھایا اور راوی کہتے ہیں کہ مجھے ارشاد فرمایا کہ اس کے ساتھ مدینہ میں فلاں کے ہاں جاؤ اور فاطمہ کے لئے ایک ہار اور ہاتھی دانت کے بنے ہوئے دو کنگن لے آؤ اور پھر فرمایا کہ مَیں اپنے اہل خانہ کے لئے پسند نہیں کرتا کہ وہ اس دنیا میں ہی تمام آسائش اور آسانیاں حاصل کر لیں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الترجیل باب فی الانتفاع بالعاج 4213)

چاندی کیونکہ اس زمانے میں بھی زیب و زینت کی علامت سمجھی جاتی تھی اس لئے پسند نہ فرمایا کہ میرے بچے یہ چیزیں پہنیں۔ بہرحال جو دوسری سادہ چیزیں تھیں منگوا بھی دیں۔

آپؐ جو اپنی بیویوں اور بچوں کے اعلیٰ اخلاق دیکھنا چاہتے تھے اور ان کو اعلیٰ اخلاق پر قائم دیکھنا چاہتے تھے آپ کو یہ برداشت نہ تھا کہ آپ کے قریبی کوئی ایسی بات کریں جو کسی کا دل دکھانے والی ہو۔ اس لئے ذرا ذرا سی بات کی بھی آپ اصلاح فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں چھوٹے قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مذاق کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو صفیہ کے بارے میں یہ باتیں ہی کافی ہیں۔ ان کے چھوٹے قد پر طنز کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اگر یہ سمندر میں ملا دیا جائے تو اس کو بھی مکدّر کر دے۔ سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی الغیبة)

تو آپ نے بڑے آرام سے ان کو یہ سمجھایا کہ میرے سے قریبی تعلق رکھنے والوں کے معیار اخلاق بہت اونچے ہونے چاہئیں۔ اس چھوٹی سی مذاق میں کی گئی بات کو گو اس میں طنز بھی شامل تھا، عام طور پہ معمولی سمجھا جاتا ہے لیکن آپ نے اس کا بھی نوٹس لیا کیونکہ جس کے بارے میں بات کی جا رہی ہے، جب اس کو پہنچتی ہے تو اس کے لئے تو وہ بہت بڑی بات بن جاتی ہے۔ اور آپؐ نے طنز سے کراہت کا اظہار بھی فرما دیا۔ بات کرنے والے کو بڑے اچھے انداز میں اس طرف توجہ بھی دلا دی کہ جس کو تم مذاق سمجھ رہی ہو یہ اتنی بڑی بات ہے جس سے معاشرے میں فساد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور میرے قریبیوں کے اخلاق کے معیار اتنے اونچے ہونے چاہئیں کہ کبھی ذرا سی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے کسی بھی قسم کا جھگڑا پیدا ہو۔ اور مثال دے کر یہ فرمایا کہ بظاہر یہ چھوٹی باتیں ہیں جو اپنے اندر اتنا گند لئے ہوئے ہیں کہ سمندر کا پانی جس کی انتہا نہیں ہوتی اس میں بھی اگر اس گند کو ڈالا جائے تو اس کو بھی یہ خراب کر دے۔ تو یہ ہیں اعلیٰ اخلاق، اور کس خوبصورت طریقے سے آپؐ نے سمجھایا۔

گھر والوں کو یہ اعلیٰ اخلاق سکھانے کے بارے میں ایک اور روایت ہے۔ کسی نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ کی بابت بتلائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم قرآن میں یہ نہیں پڑھتے۔ ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾۔ (القلم:5) پھر آپؓ فرمانے لگیں کہ ایک مرتبہ آنحضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تھے۔ مَیں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی کھانا تیار کیا۔ اور حفصہ نے مجھ سے پہلے کھانا تیار کر کے بھجوا دیا میں نے اپنی خادمہ سے کہا جاؤ اور حفصہ کے کھانے کا برتن انڈیل دو۔ اس نے آنحضور ﷺ کے سامنے کھانے کا پیالہ رکھتے ہوئے انڈیل دیا جس سے پیالہ ٹوٹ گیا اور کھانا زمین پر بکھر گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑوں اور کھانے کو جمع کیا اور چمڑے کے دستر خوان پر رکھا اور وہاں سے اس بچے ہوئے کھانے کو کھایا اور پھر میرا پیالہ حضرت حفصہ کی طرف لوٹاتے ہوئے فرمایا کہ اپنے برتن کے عوض یہ برتن رکھ لو اور جو اس برتن میں ہے وہ بھی کھاؤ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لیکن آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر کوئی ایسے آثار نہیں تھے جس سے بہت زیادہ ناراضگی کا اظہار ہوتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب الحکم فیمن کسر شیئًا۔ حدیث نمبر 2333)

لیکن آپؐ نے بڑے آرام سے سمجھا دیا۔ تو اپنے عملی نمونے سے یہ بتایا کہ جو تم نے حرکت کی غلط کی۔ اور سزا یہ ہے کہ تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یہی کھاؤں گا جو تم نے ضائع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور جو پیالہ تم نے توڑا ہے اس کے بدلے میں بھی تم اپنے پاس سے دو۔ اور جو کھانا میرے لئے بنایا تھا اب وہ مَیں نہیں کھاؤں گا بلکہ وہ بیوی کھائے گی جس سے زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن بڑے تحمل سے، بغیر غصے کے یہ سب باتیں سمجھا دیں کہ کسی سے بھی زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ اور یہ بات بھی سمجھا دی کہ یہ جو آپس کی Jealousies ہیں ان کو بھی اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک دوسرے سے اعلیٰ اخلاق دکھائے جائیں۔ اور اب اس کا طریقہ یہی ہے کہ اب اپنا پیالہ لوٹاؤ۔ یہ ویسے بھی حکم ہے کہ تحفے کو احسن طریق پر لوٹایا جائے اس لئے اب احسن طریق یہی ہے کہ جو کھانا میرے لئے تیار کیا گیا تھا وہ بھی ان کو واپس بھجوا دیا جائے۔

تو یہاں اگر اس طرح عمل کیا جائے ، اگر عورتیں عمل کریں تو دیکھیں ہر سطح پر رشتے کتنے مضبوط ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بچوں کو اعلیٰ اخلاق سکھانے اور نصیحت کرنے کا انداز بھی آپؐ کا بڑا عجیب اور پیارا ہوتا تھا۔ ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

ابو رافع بن عمرو کے چچا سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مَیں ابھی بچہ ہی تھا تو انصار کی کھجوروں پر پتھر مار مار کر پھل گرایا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو ہماری کھجوروں کو پتھر مارتا اور پھل گراتا ہے۔ چنانچہ مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا کہ اے لڑکے تو کیوں کھجوروں کو پتھر مارتا ہے۔ میں نے عرض کیا تا کہ میں کھجوریں کھا سکوں۔ فرمایا کہ آئندہ کھجور کے درخت کو پتھر نہ مارنا۔ ہاں جو پھل گر جائے اسے کھا لیا کر۔ پھر آپ نے میرے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ کہ اے میرے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5صفحہ31مطبوعہ بیروت)

پتھر مارنے سے تو ہر قسم کی کچی پکی کھجوریں گر جاتی ہیں۔ دوسرے درختوں پہ بھی پھل ضائع ہو جاتا ہے۔ نقصان ہوتا ہے بلاوجہ کا۔ اس لئے آپؐ نے اس سے منع فرمایا۔ لیکن اگر بھوک لگی ہوئی ہے، بہت برا حال ہے، تو فرمایا جو نیچے پکی ہوئی گری ہوتی ہیں ان میں سے کھا لیا کرو۔ لیکن سب سے اچھی بات جو میں تمہارے ساتھ کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہیں دعا دیتا ہوں کہ ایسے کھانے کی نوبت ہی نہ آئے۔ تمہارا پیٹ یا حرص یا لالچ جو بھی ہے اگر یہ تو بھرا رہے تا کہ تم کبھی کسی دوسرے کی چیز پہ نظر نہ رکھو۔ اور یہی اعلیٰ اخلاق بھی ہیں۔ دوسرے دعا دے کر اس بچے کو بھی اس طرف توجہ دلا دی کہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہئے اور جو جائز طریقے ہیں ان کو اختیار کرنا چاہئے۔

اس سے مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ کل ہی مجھے کسی نے بتایا کہ ہمارے بیت الفضل کے قریب ایک خاتون گزر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بچے کو ایک تھیلا دے کر بھیجا، کسی گھر کے سیب باہر نکلے ہوئے نظر آ رہے تھے کہ جاؤ اور توڑ لاؤ۔ اور جب گھر والا باہر نکلا تو فوراً روانہ ہو گئیں اگر تو جائز سمجھ رہی تھیں تو نہیں رکنا چاہئے تھا۔ اور یوں اس بچے کو بھی عادت پڑ گئی کہ شاید اس طرح کی چیزیں توڑنا جائز ہے۔ تو اس میں قصور اس بچے کا نہیں بلکہ اس ماں کا تھا۔

اگر بچوں کے اعلیٰ اخلاق ہو جائیں، ان کی تربیت ہو جائے تو آئندہ نسلوں میں بھی وہی اخلاق رائج ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ایک بچے کو کھانے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا ایک روایت میں اس کا ذکر آتا ہے۔ حضرت عمر بن ابی سلمی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے ربیب تھے، حضرت ام سلمٰی کے بیٹے تھے بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں آنحضرت ﷺ کے گھر رہتا تھا۔ کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ تیزی سے تھالی میں ادھر ادھر گھومتا تھا۔ یعنی بے صبری سے جلدی جلدی کھاتا تھا اور اپنے آگے کا خیال بھی نہیں رکھ رہا تھا۔ حضورؐ نے میری اس عادت کو دیکھ کر فرمایا کہ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ حضورؐ کی یہ نصیحت میں ہمیشہ یاد رکھتا ہوں اور اس کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔

(بخاری کتاب الاطعمة باب التسمية علی الطعام والاكل باليمين)

دیکھیں بچپن سے ہی اس خُلق کی طرف توجہ دلائی، ان اعلیٰ اخلاق کی طرف توجہ دلائی، کھانا کھانے کے آداب کی طرف توجہ دلائی کہ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ تا کہ تمہیں یہ احساس بھی رہے کہ سب کچھ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر یہ کہ گنواروں کی طرح نہ کھاؤ۔ اب تم وہ اجڈ اور جاہل عرب کے شہری نہیں رہے بلکہ تم میں وہ نبی مبعوث ہو چکا ہے جس نے اعلیٰ اخلاق قائم کرنے ہیں اس لئے تم لوگوں کو کھانا کھانے کے آداب بھی آنے چاہئیں۔

ابتدائی زمانے میں جو لوگ مسلمان ہوئے تھے جب وہ مختلف باتیں سیکھتے تھے یعنی جو کچھ بھی آنحضرت ﷺ سے سیکھا یا آپؐ کے صحابہ سے سیکھا تو ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ کم علمی کی وجہ سے یہ نہیں پتہ ہوتا تھا کہ کون سا عمل موقع کی مناسبت سے جائز ہے اور کون سا نہیں۔ بعض بے موقع باتیں ہو جاتی تھیں لیکن آپ ﷺ بڑے تحمل سے اصلاح فرمایا کرتے تھے، سمجھایا کرتے تھے کہ کونسی بات کس موقع پر کہنی ہے، کس طرح عمل کرنا ہے۔

حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں رسول کریم ﷺ کے پاس آیا تو میں نے حضور ﷺ سے اسلام کے بارے میں باتیں سیکھیں۔ ان میں سے ایک بات جو مجھے بتائی گئی وہ یہ تھی کہ جب تجھے چھینک آئے تو تو اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہہ۔ اور جب چھینک مارنے والا اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہے تو تو یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نماز میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے چھینک ماری اور اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہا تو میں نے جواباً بلند آواز سے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہہ دیا۔ اس پر لوگ مجھے گھورنے لگے جو کہ مجھے بہت برا محسوس ہوا۔ میں نے کہا تم مجھے کیوں تیز نظروں سے گھورتے ہو۔ اس پر لوگوں نے سُبْحَانَ اللّٰہ کہا۔ جب رسول کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ بولنے والا کون تھا۔ اشارہ کر کے بتایا گیا کہ یہ بدوی باتیں کر رہا تھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ نماز، قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہوتی ہے۔ پس جب تو نماز پڑھ رہا ہو تو یہی کام کیا کر۔ راوی کہتے ہیں (جو بیان کر رہے ہیں اور جس پر لوگوں نے گھورا تھا) کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ نرمی سے بات کرنے والا معلّم اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ)

دیکھیں نئے آدمی کو کس خوبصورتی سے نماز کے آداب بھی سکھا دیئے، تقدس بھی بتا دیا اور اس خوبصورت انداز کا اس بدوی پر بھی ایسا اثر ہوا جو ساری عمر رہا۔ یہی لوگ تھے جو اسلام سے پہلے ان چیزوں یا ان باتوں کے سکھانے والوں سے بڑی سختی سے پیش آیا کرتے تھے یا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

ایک اعلیٰ خلق سچ بولنا اور سچ کا قیام ہے اور جھوٹ سے نفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قیام کے لئے بھی یہ انتہائی ضروری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک اور جھوٹ سے اجتناب کا ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے آپؐ بچوں کو بھی پہلا سبق یہی دیا کرتے تھے کہ سچ بولو۔ اور ماؤں اور باپوں کو بھی یہ کہا کرتے تھے کہ ان کو سچ سکھاؤ۔ اس طرح پر ہر نئے مسلمان ہونے والے کے لئے بھی یہی سبق ہوتا تھا کہ سچائی کو اختیار کرو، ہمیشہ سچ بولو۔ اب سچ کو قائم کرنے کے لئے اور بچوں میں اس کو راسخ کرنے کے لئے کتنا اس کا خیال رکھا کرتے تھے، اس بات کا ایک روایت سے پتہ لگتا ہے۔

عبداللہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اس وقت کم سن بچہ تھا۔ میں کھیلنے کے لئے جانے لگا تو میری امی نے کہا عبداللہ ادھر آؤ میں تمہیں چیز دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے کچھ دینا چاہتی ہو؟ میری ماں نے جواب دیا کہ ہاں میں کھجور دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر واقعی تمہارا یہ ارادہ نہ ہوتا اور صرف بچے کو بلانے کے لئے ایسا کہا ہوتا تو تمہیں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوتا۔ (مسند احمد، حدیث عبداللہ بن عامرؓ جلد 3صفحہ 447)

اب دیکھیں اس چھوٹی عمر میں آنحضرت ﷺ کی یہ نصیحت بچے کے ذہن پر نقش ہو گئی۔ اب جس بچے کی اٹھان ایسے ماحول میں اور ان نصیحتوں کے ساتھ ہوئی ہو وہ کبھی زندگی بھر جھوٹ بول سکتا ہے؟ اور ایسے ہی تربیت یافتہ بچے ہوتے ہیں جو پھر دنیا کو سچائی دکھانے والے بن جاتے ہیں۔

پھر جھوٹ سے ناپسندیدگی کے بارے میں یوں نصیحت فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹ اور اس کے مطابق عمل اور جہالت کو نہیں چھوڑتا پس اللہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری کتاب الادب باب قول اللہ تعالیٰ واجتنبوا قول الزور۔ حدیث 6057)۔ یعنی روزے رکھ کر اگر جھوٹ بول رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اصل مقصد تو نیک تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ اگر یہ نہیں کر رہے تو جس اللہ کی خاطر روزے رکھے جا رہے ہیں اس نے تو جھوٹ سے منع کیا ہے۔ اپنے عمل سے تو تم جھوٹے خدا، کے سامنے کھڑے ہو رہے ہو۔ پس اللہ کی عبادت کرنا اور پھر جھوٹ بھی بولنا یہ دونوں چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں اور اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص کو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم تمام برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ چنانچہ اس ایک برائی کے چھوڑنے سے آہستہ آہستہ اس کی تمام برائیاں دور ہو گئیں۔ جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ جھوٹ شرک کی طرف لے جانے والی چیز ہے۔ اس لئے آپ کو جھوٹ سے شدید نفرت تھی۔ یہ ایسی برائی ہے جو انسان کو تباہی کے گڑھے میں لے جاتی ہے۔ آپؐ اپنی امت کو اس سے بچنے کے لئے شدت سے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا کیا میں تمہیں گناہ کبیرہ کے متعلق نہ بتاؤں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا، گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کا شرک، والدین کی نافرمانی، آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے، اٹھ بیٹھے اور فرمایا اور غور سے سنو کہ جھوٹ اور جھوٹی گواہی، غور سے سنو جھوٹ اور جھوٹی گواہی۔ راوی کہتے ہیں کہ

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TEL: 020 8553-3611

آپؐ یہ فرماتے چلے گئے یہاں تک کہ میں نے خواہش کی کہ کاش حضورؐ خاموش ہو جائیں۔(بخاری کتاب الأدب باب عقوق الوالدین)۔تو جس شدت سے آپؐ نے اس سے بچنے کی نصیحت فرمائی ہے اس شدت سے ہمیں بھی اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اور بظاہر معمولی سی بھی غلط بیانی سے بچنا چاہئے۔جیسا کہ اس بچے کی ماں کو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر تم اس بچے کو کچھ نہ دیتیں تو یہ بھی جھوٹ ہوتا۔یہ ایسی چیز ہے جو آج کل عام ہوئی ہوئی ہے۔مذاق مذاق میں بھی اتنے جھوٹ بولے جارہے ہوتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں۔ہر احمدی کو جس کے اندر بھی ہو، اپنے اندر سے اس برائی کو جڑ سے اکھیڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر آپؐ بڑے حوصلے سے برداشت کیا کرتے تھے اور اگر کوئی انتہائی ناپسندیدہ شخص بھی آپؐ کے پاس آ جاتا اس سے بھی آپؐ کبھی بداخلاقی سے پیش نہیں آئے بلکہ بڑے حوصلے سے اس کی بات سنا کرتے تھے۔اور اگر کوئی غلط حرکت کر جاتا تھا تو اس کو بھی بڑے اچھے طریقے سے برداشت کرلیا کرتے تھے۔بعض دفعہ بعض بدّو گاؤں کے لوگ آیا کرتے تھے جو بعض حرکتیں کر جاتے اور صحابہ کو اس پر بڑا غصہ چڑھا کرتا تھا۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوشی سے اچھے طریقے سے سمجھا دیتے تھے لیکن کبھی غصہ نہیں کیا۔

ایک روایت میں ذکر آتا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں ایک اعرابی آیا اور وہیں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔لوگ اس کی طرف لپکے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع کرتے ہوئے فرمایا۔اس کو چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیا ہے وہاں پانی کا ڈول بہادو۔تم لوگوں کی آسانی کے لئے پیدا کئے گئے ہو نہ کہ تنگی کے لئے۔(بخاری کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد۔220)

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ بعد میں وہ بدّو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا ہمیشہ تذکرہ کیا کرتا تھا۔اور کہتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپؐ نے کس طرح محبت سے مجھے سمجھایا۔مجھے کوئی گالی نہیں دی۔سرزنش نہیں کی، مارا پیٹا نہیں بلکہ آرام سے سمجھا دیا۔تو دیکھیں ایک اَن پڑھ کو پیار سے سمجھانے سے ہی اس کی کایا پلٹ گئی۔

پھر بدظنی ایک ایسی برائی ہے بلکہ ایک زہر ہے جو معاشرے میں فساد پیدا کردیتی ہے اور ایک چھوٹی سی بدظنی کی وجہ سے بھی خاندانوں میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے، رشتوں میں دوریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔عہدیداروں کے خلاف نفرتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔عہدیداروں کے دلوں میں لوگوں کے خلاف نفرتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾(سورۃ الحجرات آیت ۱۳) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔کیونکہ بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے چھوٹی سے چھوٹی سطح پر بھی بدظنی سے بچنے کے نمونے دکھائے ہیں تاکہ کسی کمزور ایمان والے کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ ہو۔آپؐ اس پیارے انداز میں نصیحت فرماتے تھے کہ دوسرا شخص نہ صرف نصیحت کا اثر لیتا تھا بلکہ شرمندہ بھی ہوتا تھا۔

روایت میں ایک واقعہ کا ذکر آتا ہے جو بظاہر چھوٹا سا ہے لیکن آپؐ نے برداشت نہ کیا کہ آپؐ جو معلّم اخلاق ہیں آپؐ کے بارے میں کسی فاسد دل میں کوئی خیال پیدا ہو جس سے دوسروں کو، مخالفین کو باتیں کرنے کا موقع ملے۔

حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اعتکاف میں تھے۔مَیں رات کے وقت آپؐ سے ملنے آئی۔کچھ دیر باتیں کرتی رہی۔جب واپس جانے کے لئے اٹھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کچھ دور چھوڑنے کے لئے میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ہم دونوں جارہے تھے کہ پاس سے دو انصاری گزرے۔جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے آگے نکل گئے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: ٹھہرو، یہ میری بیوی صفیہ ہے۔اس پر ان انصاری نوجوانوں نے عرض کیا: سبحان اللہ! معاذ اللہ! کیا ہم آپؐ پر بدگمانی کرسکتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا شیطان انسان میں اس طرح سرایت کرجاتا ہے جس طرح خون رگوں میں چلتا ہے۔مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو اور تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔(بخاری کتاب الاعتکاف باب هل یخرج المعتکف لحوائجه)۔یقیناً آپؐ کے نور فراست نے بھانپ لیا ہوگا کہ ان لوگوں کے سامنے اظہار ضروری ہے اس لئے کردینا چاہئے ورنہ یہ کہیں کسی قسم کی بات کردیں اور پھر فتنہ پیدا ہو۔اور اپنے ماننے والوں کو یہ سبق بھی دیا کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی ہوتی ہیں جن سے عموماً بدظنیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہی باتیں ہیں جو معاشرے میں فساد کی بنیاد پڑتی ہیں اس لئے ان سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔

پھر پڑوسی ہیں، اگر پڑوسی، پڑوسی سے خوش ہو تو اس پڑوسی کو جس سے اس کا پڑوسی خوش ہے اعلیٰ اخلاق کا مالک سمجھا جاتا ہے۔اس لئے آپؐ نے اپنے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں بہت سی نصائح فرمائی ہیں۔صحابہؓ بھی اس وجہ سے بہت زیادہ کوشش میں رہتے کہ کس طرح پڑوسی کو خوش رکھیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس طرح علم ہو کہ مَیں اچھا کررہا ہوں یا برا کررہا ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بڑے اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرز عمل اچھا ہے۔اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بہت بُرے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا رویہ برا ہے۔یعنی خود تم اپنے جج نہ بن جاؤ۔بعض لوگ اپنے آپ کی خود ہی تعریف کرتے ہیں کہ ہم اچھے ہیں۔بلکہ تمہارے پڑوس تمہارے اچھے ہونے کی گواہی دیں۔اگر ہر کوئی اس بات پر عمل کرے تو ایک خوبصورت معاشرہ قائم ہوجاتا ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا اتنا بڑا خلق ہے کہ جبریل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا رہا ہے یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ وہ اسے وارث ہی نہ بنادے۔اتنی اہمیت ہے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی۔

پھر حکام کی اطاعت ہے۔اس بارے میں آپؐ نے ہمیشہ ہی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ حکام کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے اور اعلیٰ اخلاق کا یہ تقاضا ہے اور اچھا شہری ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے افسر کی اطاعت کرو۔کوئی حبشی غلام بھی تمہارا امیر مقرر ہوجائے، تمہارا افسر مقرر ہوجائے تو اس کی اطاعت کرو اور پھر جس ملک میں رہ رہے ہو جس کے شہری ہو اس سے محبت کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔اس لیے جہاں یہ اخلاق تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور اپنے وطن سے محبت کرو وہاں یاد رکھو کہ یہ چیزیں ایمان کا حصہ بھی ہیں۔اس لیے ایک مسلمان کو جس ملک میں بھی وہ رہ رہا ہے ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے امن اور سکون سے رہنا چاہئے۔

پھر افسروں کو بتایا کہ تمہارے اعلیٰ اخلاق کیا ہیں۔اس وقت تمہارے اعلیٰ اخلاق قائم ہوں گے جب تم اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھو گے اور قوم کی خدمت کے لئے اپنی تمام تر صلاحتیں بروئے کار لاؤ گے۔اپنے ذاتی فوائد حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کی خدمت کی طرف توجہ دو گے تو تبھی تم اچھے افسر اور اچھے لیڈر کہلا سکتے ہو۔

غرض کہ بیشمار اخلاق ہیں اور آداب ہیں جو آپؐ نے ہمیں سکھائے اور اپنے عمل سے ان کے معیار قائم کئے۔کوئی بھی دنیا کا ایسا خُلق نہیں جو اس معلّم اخلاق نے اپنے نمونے سے ہمیں سکھایا نہ ہو اور لوگوں کو بتایا نہ ہو۔بلکہ یہ توقع رکھی کہ یہ اخلاق نہ صرف اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے ہیں، ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے بلکہ ان کے اعلیٰ معیار بھی قائم کرنے ہیں۔بعض دفعہ اصلاح کے لیے ناراضگی ہو بھی تو اخلاق کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ہونی چاہئے۔مقصد اصلاح ہونا چاہئے نہ کہ دلوں میں کینہ پیدا ہوجائے یا یہ مقصد ہو کہ کسی سے بدلہ لینا ہے۔یہ معیار ہیں جو کہ ایک احمدی کو اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک اور روایت آئی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ بداخلاق ترین اشخاص سے بھی کس طرح شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ اپنے گھرانے میں بہت ہی بُرا بھائی ہے اور اپنے خاندان کا بہت ہی بُرا بیٹا ہے۔جب وہ آکر بیٹھ گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے نہایت خوش اخلاقی سے گفتگو فرمائی۔جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! جب آپؐ نے اسے دیکھا تو اس کے بارے میں فلاں فلاں بات کی اور پھر اس سے گفتگو کے دوران آپ نے کمال خندہ پیشانی کا مظاہرہ فرمایا۔آپؐ نے فرمایا عائشہ! تُو نے کب مجھ کو بدزبانی کرتے ہوئے پایا۔یقیناً سب سے بُرا آدمی اللہ کے نزدیک قیامت کے دن وہ ہوگا جس کی بدی سے ڈر کر لوگ اس کی ملاقات چھوڑ دیں۔(بخاری کتاب الأدب باب لم یکن النبی فاحشاً ولا متفحشًا حدیث 6032)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:"ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰؑ سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔﴿اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾(القلم:5) تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائی کمال کی طرف اشارہ

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

ہوتا ہے۔مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لیے طول وعرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ (مکمل طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں)۔سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں''۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 606بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک عظیم الشان کامیاب زندگی ہے۔آپؐ کیا بلحاظ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوت قدسی اور عقد ہمت کے اور کیا بلحاظ اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل کے اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیت کے،غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی (یعنی بیوقوف انسان بھی) بشرطیکہ اس کے دل میں بے جا ضد اور عدوات نہ ہو (ایسا جو ضدی قسم کا آدمی حد سے بڑھ جائے) صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں''۔(الحکم 10/ اپریل 1902ء صفحہ4)

اور پھر اخلاق کو صحابہ میں رائج کرنے کی بھی کوشش فرمائی اور کیا بھی۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:'' جو تبدیلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا اس ساری حالت کے نقشے کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپؐ نے کیا۔دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔یہ نری کہانی نہیں، یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑتا ہے''۔

(الحکم 24/جنوری 1907ء صفحہ5)

آج ہمارا بھی فرض ہے کہ جو اخلاق آپؐ نے ہمیں سکھلائے ان کو اختیار کریں اور دنیا کو بتائیں کہ یہ وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو اس معلم اخلاق نے ہمیں سکھائے اور آج بھی حسین معاشرے کے قیام کے لیے ان کو اپنانا ضروری ہے۔پس اپنے نمونوں سے ہمیں ان کو دنیا کو دکھانا ہوگا۔اللہ توفیق دے۔

❁❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁❁

سیرالیون میں

ریفریشر کورسز ہیڈ ٹیچرز و عربک ٹیچرز

منعقدہ مورخہ 29-30 اپریل 2005ء

(رپورٹ: رضوان احمد افضل۔مبلغ سیرالیون)

جماعت احمدیہ سیرالیون لمبے عرصہ سے یہ کوشش کر رہی ہے کہ سکولوں میں قاعدہ یسرنا القرآن پڑھانے کا خاطر خواہ انتظام ہو۔اس مقصد کے حصول کے لئے کئی ایک دفعہ سکولوں میں پڑھانے کے لئے قاعدہ دیا گیا مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔

مکرم سعید الرحمٰن صاحب امیر جماعت سیرالیون نے سکولوں میں اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے کئی ایک اقدامات کئے جن میں سے احمدیہ سکولوں میں یسرنا القرآن کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، بہترین کارکردگی دکھانے والے سکولوں اور طلباء کے لئے انعامات اور اساتذہ کو یسرنا القرآن پڑھانے کا صحیح طریق سکھانے کی کلاسز کا انعقاد کرنا شامل ہے۔ کیونکہ اساتذہ لمبے عرصہ سے دوسرے طریقوں کے عادی ہیں اور وہ اپنے طریقے کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔اس لئے ان کے لئے ریفریشر کورسز کے انعقاد کا پروگرام بنایا گیا تاکہ اساتذہ بچوں کو صحیح طریق سے یسرنا القرآن پڑھا سکیں۔

اس پروگرام کی تکمیل کے لئے سارے ملک میں ریفریشر کورسز کے سلسلے کا یہ پہلا کورس مورخہ 29-30 اپریل 2005ء کو منعقد کیا گیا جو خدا کے فضل سے نہایت کامیابی سے انجام پایا۔ اس کورس کے لئے ہر ریجنل ہیڈکوارٹر میں انتظام کیا گیا تھا۔کورس کا بنیادی مقصد اساتذہ کو یسرنا القرآن پڑھانے کا صحیح طریق سمجھانا اور ان تک جماعت کے عقائد کو احسن طور پر پہنچانا تھا کیونکہ بہت سے اساتذہ غیر از جماعت ہیں جو کہ جماعتی روایات کو صحیح طور پر نہیں جانتے۔

ریفریشر کورس کی ابتداء سے قبل اس کا نصاب تجویز کیا گیا تاکہ اس کورس کو زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جاسکے۔ ریجنل مشنریز اور سکولز کے مینیجر صاحبان نے مل کر اس ریفریشر کورس کو کامیاب بنایا۔ان کورسز کی بدولت اساتذہ نے خدا کے فضل سے کافی کچھ سیکھا اور مربیان کو تبلیغ کا بھی بھرپور موقع ملا۔کیونکہ 2 دن کے لئے سب اساتذہ نے ان کے ساتھ قیام کیا۔

نماز تہجد، درس قرآن، درس حدیث، کے روح پرور نظاروں نے اساتذہ کے دلوں پر بہت گہرا اثر چھوڑا اور انہوں نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ یہ ریفریشر کورسز حقیقتاً ان کے لئے روحانی اور دنیاوی ہر دو اعتبار سے بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔

ریفریشر کورسز میں ہر دن کا آغاز نماز تہجد سے کیا گیا۔نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم اور اس کے بعد اساتذہ کو ناشتہ دیا جاتا رہا۔صبح 9 بجے باقاعدہ تدریس کا آغاز ہوتا جس میں قرآن مجید کو پڑھنے اور پڑھانے کی برکات، یسرنا القرآن پڑھانے کا صحیح طریق، اسلامی جماعتی روایات، صحیح طریق نماز اور اختلافی مسائل کے حوالے سے لیکچرز کا اہتمام کیا گیا۔

شام کے اجلاس میں سوال وجواب کا پروگرام رکھا گیا۔اس طرح اساتذہ کو سارا دن روحانی اسلامی ماحول مہیا کیا گیا۔

نتائج

اس کورس کے نتیجہ میں جہاں جماعت کا تعارف بڑھا وہاں کمزور اور سست احمدیوں کو جگانے کا بھی موقع ملا۔کئی غیر از جماعت ٹیچرز فیملیز سمیت احمدیت کی آغوش میں آ گئے۔ اس طرح کل 53 بیعتیں ان کورسز کے نتیجہ میں حاصل ہوئیں اور 25 افراد نے تجدید بیعت کی۔اسی طرح کئی سست اساتذہ نے چندہ جات اور جماعتی کاموں میں حصہ لینے کا عزم کیا۔

ان کورسز میں 8 ریجنز میں موجود احمدیہ سیکنڈری اور پرائمری سکولز کے 350 عربک ٹیچرز اور ہیڈ ٹیچرز نے شرکت کی۔

مکرم امیر صاحب نے تمام ریجنل مشنریز کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان ریفریشر کورسز کے انعقاد کے سلسلہ کو کم از کم 6 ماہ تک جاری رکھا جائے تاکہ صحیح طور پر اساتذہ کو یسرنا القرآن پڑھانے کا طریق آجائے اسی طرح اساتذہ تک جماعت کا پیغام بھی پہنچ جائے۔اور سست احمدی اساتذہ میں ایمان کی تازگی پیدا ہو جائے۔

قارئین کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ریفریشر کورسز کے نتیجہ میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا فرمائے اور ہمیں ان کورسز کے کامیاب انعقاد کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔آمین

❁❁❁❁❁

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر2

پہلو بہ پہلو کوشاں تھیں۔سب کی کوششوں کا انجام ایک جیسا ہوا۔اسلامی نظام کا منہ دیکھنا آج بھی قوم کو نصیب نہیں۔ یہ وہ جماعتیں ہیں جنہوں نے اصلاح نظام کے ذریعہ غلبۂ اسلام کا راستہ اختیار کیا لیکن دیگر مکاتب فکر نے اس طریق کار کو صحیح نہ سمجھتے ہوئے دوسرے طریقے اختیار کئے جن میں تبلیغ دین اور جہاد کا سلسلہ ترجیح اول تھی۔ان دونوں مکاتب فکر نے اپنی انتہائی کوشش کی اور کر بھی رہے ہیں لیکن غلبۂ اسلام اور اقامت دین کی منزل کتنی قریب ہے، سب پر واضح ہے!''۔

''مختصر یہ کہ ہر تدبیر آزما کر دیکھ لی۔اصلاح بذریعہ نظام اور اصلاح بذریعہ تربیت افراد اور اصلاح بذریعہ جہاد۔ اوپر سے نیچے کی طرف اور نیچے سے اوپر کی طرف۔پھر بتائیے اور کون سی کوشش رہ گئی ہے جو بروئے کار لانا ابھی باقی ہے؟ اور اس کا نیا طریقہ کون سا ہے جس کو اختیار کرنا باقی ہے۔لیکن زوال ہے کہ کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا......''۔

وسعت نظر و مطالعہ سے کئے گئے اس جائزہ میں انہوں نے یہ پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا کہ اس وقت دنیا میں قدرتی وسائل سے مالا مال مسلم حکومتیں موجود ہیں جو غلبۂ اشاعت اسلام کے لئے مفید کام کرسکتی ہیں مگر ان کے الفاظ میں:

''مسلمان ممالک کی تمام ہی قیادتیں اسلامی سوچ سے محروم ہیں۔اس کی واضح مثال مسلمان ممالک میں بادشاہتوں کا قیام اور سیکولر طرز زندگی ہے۔عرب ممالک کو کون سمجھائے اور کس طرح سمجھائے کہ ان کی بادشاہتوں کا اسلام سے اور عصری تقاضوں سے کوئی جوڑ نہیں ہے۔اس کے باوجود ہم ہیں کہ غلبے کی بشارتیں سنائے جارہے ہیں۔اگر عرب خود اس چیز کو نہیں سمجھتے تو وقت سمجھا دے گا۔وہ بہترین استاد ہے۔کچھ تو سمجھا رہا ہے اور کچھ مزید سمجھا دے گا۔کوششوں کے ضمن میں مصر کے اخوان المسلمون اور شمالی افریقہ کی تحریک سنوسی دونوں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ان تحریکوں کے اثرات نہیں ہوئے لیکن ان ممالک کی غلبۂ اسلام کے حصول میں ناکامی اور سابقہ حالت کا حسب معمول برقرار رہنا بھی واضح ہے''۔

مذکورہ بالا فاضلانہ بیان سے تو وہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے جو فاضل سکالر نے نکالا ہے۔مگر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس سارے تفصیلی تجزیہ میں یہ ذکر کہیں بھی نہیں آیا کہ زوال امت اور گمراہی و کم ہمتی کی اس قابل فکر حالت میں قرآنی طریق اصلاح کیا ہے۔ اور کیا اس سے بھی استفادہ کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔قرآن مجید فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُنْذِرِيْنَ﴾ الصّٰفّٰت:72-73)۔یعنی ایسے موقع پر جب اکثریت گمراہ ہو چکی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منذر آ کر اصلاح کا کام کیا کرتے ہیں۔ایسے وقت میں انسانی کوششیں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئیں جس کا واضح ثبوت مذکورہ بالا تفصیلی جائزہ ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حمایت اسلام کی بعض انسانی کوششوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتوں کے نیچے کچلا گیا اور دوبارہ تازہ کرنے کے لئے خدا کی عادت کیا ہے۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو ان کے اسلامی حمایت کے دعوے کسی قدر قابل قبول ہو سکتے۔لیکن اب یہ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں۔.......... اب وہ اس خدا کو کیا جواب دیں گے جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا ہے''۔(کشتئ نوح صفحہ13)

(عبدالباسط شاہد)

بقیہ: اسلام کی نظر میں
دیگر مذاہب کامقام از صفحہ نمبر 4

اہل کتاب میں سے ایسے لوگ ہیں جنہیں یا اسلام کی تبلیغ نہیں پہنچی یا ان کو اسلام کی سمجھ نہیں آئی اور وہ پورے خلوص نیت کے ساتھ اپنے مذہب کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کررہے ہیں اور بدیوں سے اپنا دامن بچائے رکھتے ہیں۔قرآن کریم اُوْلٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ کہہ کر اوروَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ کہہ کرانہیں نیک اور متقی قرار دے رہا ہے۔اوراس کے ساتھ ساتھ ﴿ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ﴾ کہہ کرانہیں خدا کی رضا اور ثواب کا حقدار بھی تسلیم کرتا ہے۔

چنانچہ اس قسم کے نیک افراد جو غیر مسلموں میں موجود ہوں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق نیکی کے ساتھ زندگی بسر کررہے ہوں اسلام انہیں نجات سے محروم قرار نہیں دیتا بلکہ انہیں امید کا پیغام دیتا ہے۔فرمایا﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (بقرہ:63)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور یہودی ہیں نیز نصاری اور صابی، ان میں سے جو فریق بھی اللہ اور یوم آخرت کے دن پر کامل ایمان لایا ہے اور اس نے نیک عمل کئے ہیں یقیناً ان کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا مناسب اجر ہے اور انہیں نہ تو مستقبل کے متعلق کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ ماضی پر غمگین ہوں گے۔

اسلام کے سوا دوسرے مذہب کے ماننے والے ایسے غیر مسلم افراد جنہیں اسلام کی تبلیغ نہیں پہنچی یا ان پر اتمام حجت نہیں ہوئی یا انہیں کسی سبب سے اسلام کی سچائی سمجھ نہیں آئی جس کے نتیجے میں انہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا مگر اپنے اپنے مذاہب کی تعلیمات پر خلوص نیت کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کا حقدار قرار دیتا ہے البتہ وہ اعلیٰ درجہ کے قرب ومحبت کے مراتب پانے کیلئے اسلام کے محتاج ہیں۔

لیکن جن لوگوں تک اسلام کا پیغام ایسے انداز سے پہنچے کہ ان پر اتمام حجت ہو جائے اور انہیں اسلام کی سچائی سمجھ آجائے مگر پھر بھی وہ بغض وتعصب کے سبب اسلام قبول نہ کریں ایسے لوگوں کی بابت قرآن کریم فرماتا ہے﴿ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾۔(آل عمران:86)
یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرنا چاہے تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں اس آیت سے ایسے ہی افراد مراد ہو سکتے ہیں جو اتمام حجت ہو جانے اور اسلام کی سچائی سمجھ آجانے کے باوجود ضد کرتے ہوئے اسلام کو قبول نہ کریں۔

اعلیٰ درجہ کے روحانی مراتب کے حصول کیلئے قرآن کریم فرماتا ہے﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾(آل عمران:32) یعنی اے محمد ﷺ تو کہہ دے کہ اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کریگا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں خلوص نیت کے ساتھ اسلام پر عمل پیرا ہونے والوں کو محبوب خدا بننے کی بشارت دی گئی ہے اور فرمایا کہ اسلام کی اتباع کے نتیجے میں محبوب الٰہی بننے والے چار روحانی مراتب میں سے کسی مرتبہ کو پالیں گے۔چنانچہ اعلان کیا﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰئِکَ رَفِیْقًا۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا﴾(نساء:71,70) یعنی جو لوگ اللہ اور اس رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کریں گے تو وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیق، شہداء صالحین میں سے اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بہت جاننے والا ہے۔

ان روحانی مراتب پر فائز ہونے والے اہل اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ﴾۔
(حم سجدہ:31 تا 33)

یعنی ایسے لوگوں پر خدا کے فرشتے اتریں گے اور ان سے کلام کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے دوست رہیں گے اور اس جنت میں جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے تمہیں ملے گا اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی تمہیں اس میں ملے گا۔ یہ بخشنے والے اور بے انتہا کرم کرنے والے خدا کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہوگا۔

اس آیت میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں روحانی مراتب پانے والوں پر ہونے والے انعامات کا اعلان کیا کہ ایسے لوگوں پر خدا کے فرشتے اتریں گے جو ان سے ہم کلام ہوں گے۔ چنانچہ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق اس بات کا گواہ ہے کہ اہل اسلام میں ہر زمانے میں ایسے خوش نصیب افراد پیدا ہوئے جن سے خدا باتیں کرتا تھا اور یہ خدائی انعامات کا دروازہ آج بھی کھلا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت فرما کر آپ پر اپنے فرشتوں کا نزول فرمایا اور وحی الٰہی کے مصفا پانی کی بارش آپ پر برسائی۔ نیز آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور ان کی غلامی کرنے والے ہزار ہا خوش نصیب احمدیوں سے ہم کلام ہو کر الٰہی انعامات کے اس دروازے کو قیامت تک کے لئے وا کردیا۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

❁❁❁❁❁

بقیہ: جلسہ سالانہ آئیوری کوسٹ
از صفحہ نمبر 11

سیسے سعید و نائب صدر جماعت آبی جان کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ مکرم Haroon Wonogo صاحب نے بعد ازاں نظم پڑھی۔ پہلی تقریر 9 بجے صبح مکرم والے جماند صاحب نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ نے ''اسلام میں شادی بیاہ اور اس کا طریق کار'' کے عنوان سے کی اور شادی بیاہ میں اسلامی روایات کو اپنانے اور بد رسوم کو ترک کرنے کے سلسلہ میں ہدایات دیں۔ دوسری تقریر اعنبویل کے مبلغ مکرم عبدالرحمٰن وترا نے ''صفائی اور لباس'' کے عنوان سے کی۔

جلسہ سالانہ لجنہ اماء اللہ

امسال پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ کے موقع پر لجنہ کو اپنا الگ پروگرام کرنے کی بھی توفیق ملی۔ دوسرے روز تیسرے اجلاس کے دوران زنانہ جلسہ گاہ میں لجنہ اماء اللہ کا الگ سے پروگرام ہوا۔ مکرمہ ماؤم جاکیتے صاحبہ نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ آئیوری کوسٹ نے جلسہ گاہ کی تیاری مہمان خواتین کی رہائش، طعام وغیرہ کے سلسلہ میں لجنہ کی ٹیم کے ہمراہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مکرم امیر صاحب آئیوری کوسٹ نے بھی لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے بارہ میں لجنہ کی ممبرات کو نصائح سے نوازا۔ اس کے علاوہ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ، صدر صاحبہ لجنہ آبی جان صدر صاحبہ لجنہ باسم نے بھی مختصر تقاریر کیں۔ یہ پروگرام خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ ازاں بعد لجنہ نے مردانہ جلسہ گاہ سے اختتامی اجلاس کی کارروائی سنی۔

اختتامی اجلاس

مورخہ 20 فروری بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے مکرم امیر صاحب کی زیر صدارت اختتامی اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ واقفین نو آئیوری کوسٹ کا پروگرام نیشنل سیکرٹری صاحب وقف نو کی قیادت میں واقفین نو اطفال و ناصرات کے گروپ نے پیش کیا جس میں بچوں نے مختلف نظمیں اور ترانے پیش کئے۔

اس پروگرام کے بعد جلسہ سالانہ آئیوری کوسٹ کا ہردلعزیز پروگرام ''میں احمدی کیوں ہوا'' کے عنوان سے پیش کیا گیا۔ اس پروگرام میں مختلف ائمہ کرام اور چیف صاحبان اور احباب نے اپنے اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر اپنے اپنے قبول احمدیت کے ایمان افروز دلچسپ واقعات بیان کئے۔ یہ پروگرام حضرت مسیح موعودؑ کے الہام ''یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ'' کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت اور نشان ہے۔ یہ پروگرام اتنا دلچسپ تھا کہ اسے روکنا مشکل ہو رہا تھا ورنہ احباب کی تو یہ خواہش تھی کہ یہ پروگرام سارا دن چلتا رہے۔ تنگیٔ وقت کے باعث ڈیڑھ گھنٹہ بعد یہ پروگرام روکنا پڑا۔

اس پروگرام کے بعد مکرم امیر صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا۔ آپ کے خطاب کا موضوع تھا ''پیش گوئی مصلح موعود'' آپ نے مرکزی ہدایات کی روشنی میں اس دن کو منانے کی اہمیت اور پیش گوئی مصلح موعودؓ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ سوا دو بجے یہ بابرکت اور روح پرور اجلاس اختتام پذیر ہوا اور مکرم امیر صاحب نے اختتامی دعا کرائی۔ یوں 22واں جلسہ سالانہ آئیوری کوسٹ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ (الحمدللہ علیٰ ذالک)

ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور اخبارات میں تشہیر

اس جلسہ کے بارہ میں نیشنل T.V پر صدر صاحب خدام الاحمدیہ عبداللہ ودراگو صاحب کا 10 منٹ کا انٹرویو جلسہ سے قبل نشر ہوا اور جلسہ کے بعد خبرنامہ میں پورے جلسہ کی جھلکیاں تفصیلی خبر کے ساتھ دکھائی گئیں۔ نیشنل ریڈیو سے 2 دفعہ 10,10 منٹ کے پروگرام جلسہ کے بارہ میں نشر ہوئے جو پورے ملک میں سنے گئے۔

باسم شہر جہاں یہ جلسہ ہو رہا تھا کے لوکل ریڈیو نے ایک ہفتہ تک جلسہ کے بارہ میں پروگرام نشر کئے اور جلسہ کے دوران جلسہ کی Live کارروائی نشر کی۔ اس کے علاوہ ریڈیو Yapougon اور ریڈیو Fereke اور ریڈیو Korhogo سے بھی ایک ایک گھنٹہ کے پروگرامز نشر ہوئے جن سے آبی جان، کروگو، فرکے ریجن کے ہزاروں افراد مستفید ہوئے۔ جلسہ سالانہ کی تفصیلی خبریں تصاویر کے ساتھ 11 نیشنل اخبارات میں بھی شائع ہوئیں۔

بازار

جلسہ گاہ میں مشرقی سمت ایک بازار بھی لگایا گیا تھا جس کے ناظم مکرم بایوس یوسف صاحب تھے۔ یہ بازار جس میں کھانے پینے اور عام استعمال کی اشیاء کے علاوہ جماعتی کتب لٹریچر اور کیسٹیں برائے فروخت دستیاب تھیں۔ جلسہ کے اوقات کے علاوہ کھلتا اور جلسہ کے اوقات میں بند رہتا۔ احباب نے اس سے خوب استفادہ کیا۔ شعبہ اشاعت کی رپورٹ کے مطابق جلسہ کے دوران ایک لاکھ بیس ہزار فرانک کا لٹریچر احمدیہ بک سٹال پر جلسہ کے دوران فروخت ہوا۔

حاضری

جلسہ سالانہ میں امسال باوجود نامساعد ملکی حالات اور سفر کی مشکلات کے 157 جماعتوں سے 2100 افراد شامل ہوئے۔ شرکائے جلسہ میں ایک بڑی تعداد لجنہ کی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کو اپنے فضلوں سے نوازے اور ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں۔ نیز تمام کارکنان کو جزائے خیر سے نوازے جنہوں نے اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات بڑی محنت سے کام کیا۔

❁❁❁❁❁

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے

22ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

وزیر مذہبی امور کی مشیر اور دیگر اعلیٰ حکام کی شرکت ۔87 آئمہ کرام اور 44 چیف صاحبان کی شرکت
T.V، ریڈیو اور اخبارات میں وسیع پیمانہ پر تشہیر۔20 فروری کے حوالہ سے پیش گوئی مصلح موعودؓ کا تذکرہ۔
نماز تہجد باجماعت اور درسِ قرآن کا اہتمام ۔احمدیہ بک سٹال پر ایک لاکھ بیس ہزار فرانک کے لٹریچر کی فروخت

(رپورٹ۔ باسط احمد ۔مبلغ آئیوری کوسٹ)

خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کا 22واں جلسہ سالانہ جماعتی روایات اور نظم وضبط کے ساتھ بڑی کامیابی سے باسم(ASSAM) شہر میں مورخہ 19-20/فروری بروز ہفتہ اتوار منعقد ہوا جس میں ملک کے طول وعرض سے نمائندگان نے شرکت کی اور جلسہ سالانہ کی برکات سے مستفید ہوئے۔

گذشتہ دوسال سے ملکی حالات کی خرابی کی وجہ سے یہ جلسہ منعقد نہ ہوسکا تھا۔ اگرچہ اب بھی راستہ کی مشکلات تھیں اور دور دراز سے سفر کرکے آنا آسان نہ تھا مگر اس کے باوجود شمع احمدیت کے پروانے مشکلات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے ایمانوں کو تازہ کرنے کیلئے کشاں کشاں جلسہ سالانہ میں حاضری کیلئے چلے آئے۔

تیاری جلسہ

جلسہ سالانہ کیلئے امسال مکرم عبدالرشید صاحب انور امیر جماعت آئیوری کوسٹ نے مکرم وسیم احمد ظفر صاحب ریجنل مشنری دابو ریجن کو افسر جلسہ سالانہ نامزد فرمایا اور 30 رکنی انتظامی کمیٹی اور 150 معاونین اور کارکنان نے جلسہ سالانہ کیلئے دن رات کام کیا۔ جلسہ کی تاریخ طے ہونے کے بعد پورے ملک کے معلمین اور مبلغین کی ایک میٹنگ آبی جان میں بلائی گئی اور جلسہ کے بارہ میں تفصیلی بریفنگ دی گئی نیز حاضری کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنانے، راستہ کی مشکلات اور ان کے حل کیلئے تجاویز پر غور ہوا اور ضروری امور طے پائے۔ اگلے ہفتہ جماعتوں کے صدران اور ریجنل صدران کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔ انتظامی کمیٹی نے اپنا کام شروع کیا اور ہر ہفتہ میٹنگ میں مفوضہ کاموں کے بارہ میں پیش رفت کا جائزہ لیا جاتا ۔جلسہ سے 20 روز قبل جلسہ کے اشتہارات چھپوا کر جماعتوں میں بھجوائے گئے نیز اجتماعی اور انفرادی دعوت نامے بھجوائے گئے۔ جلسہ سے دس روز قبل ایک پریس کانفرنس بلائی گئی جس میں مکرم امیر صاحب نے جلسہ کی اہمیت کے بارہ میں اخبارات کے نمائندگان کو بریفنگ دی نیز صحافیوں کے سوالات کے جوابات دئے۔11 اخبارات کے نمائندے اس پریس کانفرنس میں شامل ہوئے۔

جلسہ گاہ

امسال بھی یہ جلسہ باسم شہر کے مشہور سپورٹس کمپلیکس میں ہوا جسے کرایہ پر حاصل کیا گیا تھا۔ وسیع میدان میں شامیانے لگا کر مردانہ جلسہ گاہ تیار کی گئی تھی۔ ایک وسیع سٹیج بنایا گیا جسے نہایت خوبصورتی سے بینرز اور جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ جلسہ گاہ کو بھی آرائشی محرابوں اور بینرز کے ذریعہ سجایا گیا تھا جن پر قرآنی آیات، احادیث اور الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر تھے ۔مردانہ جلسہ گاہ کی بیک سائیڈ پر ایک بڑے ہال کو زنانہ جلسہ گاہ کے طور پر تیار کیا گیا اور ایک سٹیج بھی بنایا گیا تھا۔ ویڈیو لنک کے ذریعہ مردانہ جلسہ گاہ سے جلسہ کی تمام کارروائی زنانہ جلسہ گاہ میں سنانے اور دکھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ چند ایک پروگرام لجنہ اماء اللہ نے الگ زنانہ جلسہ گاہ میں بھی کئے۔

لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ

مہمانوں کی آمد 17/فروری سے ہی شروع ہوگئی تھی لہٰذا لنگر خانہ نے جمعرات 17/فروری سے ہی کام شروع کردیا تھا۔ لنگر خانہ کے ناظم مکرم رافع احمد صاحب تبّسم تھے جنہوں نے نائبین اور معاونین کے ساتھ انتھک محنت سے اس ڈیوٹی کو سرانجام دیا اور حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان صبح دوپہر شام جلسہ کے روحانی مائدہ کے علاوہ جسمانی غذا سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔

ڈیوٹیوں کا افتتاح

جلسہ سالانہ کی روایت کے مطابق جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کا باقاعدہ افتتاح 18/فروری بروز جمعہ بعد نماز عصر مقام جلسہ گاہ میں مکرم عبدالرشید انور صاحب امیر ومشنری انچارج آئیوری کوسٹ نے کیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مختلف شعبہ جات کا جائزہ لیا اور آپ نے کارکنان کو ہدایات سے نوازا۔ اپنے خطاب میں کارکنانِ جلسہ کو صبر وتحمل سے پیش آنے اور عمدہ نمونہ دکھانے کی طرف توجہ دلائی۔ نیز جلسہ کے دوران دعاؤں، ذکرالٰہی اور نمازوں کی پابندی کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ دعا کے ساتھ یہ سادہ، پُروقار تقریب اختتام کو پہنچی اور تمام کارکنان وناظمین خدمت کے جذبہ سے سرشار حضرت مسیح پاکؑ کے معزز مہمانوں کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور اپنے اپنے مفوضہ کاموں میں مشغول ہو گئے ۔نظامت مہمان نوازی، صفائی، آب رسانی، رہائش، بازار، جلسہ گاہ، ٹرانسپورٹ، استقبال اور نظامت حاضری نگرانی پر مشتمل نظامتوں میں جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کو تقسیم کیا گیا تھا۔

افتتاح جلسہ سالانہ

مورخہ 19/فروری بروز ہفتہ کے پروگرام کا آغاز نماز تہجد باجماعت کی ادائیگی سے ہوا جو کہ مکرم صدیق آدم صاحب مبلغ سینفرا(Sanfra) نے پڑھائی۔ نماز فجر مکرم قاسم تورے صاحب نے پڑھائی اور درسِ قرآن کریم دیا۔ ناشتہ کے بعد احباب جلسہ گاہ کی جانب روانہ ہونے لگے۔ مہمانوں کی رہائش کا انتظام جلسہ گاہ سے دو فرلانگ دور ایک سکول کی عمارت میں کیا گیا تھا۔ صبح ساڑھے نو بجے جلسہ سالانہ آئیوری کوسٹ کے افتتاحی اجلاس کی کارروائی مکرم عبدالرشید انور صاحب امیر ومشنری انچارج اور آپ کے ہمراہ مہمانانِ خصوصی کی آمد پر شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم آدم داؤد صاحب نے کی اور بعد ازاں اس کا فرنچ ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا۔ قصیدہ حضرت مسیحِ موعودؑ مکرم قاسم تورے صاحب نے پڑھا۔ اس اجلاس کی مہمانِ خصوصی محترمہ MME KINDO تھیں جو کہ وزیر مذہبی امور کی مشیر ہیں ۔ وزیر موصوف اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے خود تشریف نہ لاسکے اسلئے مشیر صاحبہ کو اپنے نمائندہ کے طور پر بھجوایا۔ دیگر معزز مہمانوں میں گورنر صاحب باسم کے سیکرٹری جنرل، کمشنر پولیس، میئر کے نمائندہ اور کونسل جنرل باسم ریجن کے نمائندہ قابلِ ذکر ہیں ۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ۸۷ احمدی آئمہ اور ۴۴ احمدی چیف صاحبان بھی اس افتتاحی اجلاس میں بلکہ پورے اجلاس کے دوران موجود تھے۔

حضرت مسیحِ موعودؑ کے منظوم کلام کے بعد جنرل سیکرٹری صاحب جماعت آئیوری کوسٹ نے سال 2004-2005 کی سالانہ رپورٹ پیش کی ۔اور مختلف شعبہ جات میں جماعتی خدمات کا تفصیلی ذکر کیا۔ نیز حاضرین کے سامنے محترمہ MME KINDO مہمانِ خصوصی کا تعارف پیش کیا۔ جس کے بعد محترمہ نے مختصر خطاب کیا جس میں جماعتی خدمات کو سراہا اور اپنے ملک اور قوم کے لئے مفید قرار دیتے ہوئے ان خدمات کو جاری رکھنے پر زور دیا۔

گیارہ بجے مکرم امیر صاحب آئیوری کوسٹ نے ''قدرتی آفات سے کیسے بچا جائے'' کے عنوان سے خطاب فرمایا ۔ آپ نے اپنے خطاب میں حضرت مسیحِ موعودؑ کے زمانہ میں پیش گوئی طاعون کا ظہور اور احمدیوں کا بطور نشان اس عذاب سے محفوظ رہنے کا تفصیلی ذکر فرمایا۔ نیز رجوع الی اللہ اور توبہ کے بارہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں بتایا اور حالیہ آفت سونامی کا ذکر کیا۔ جلسہ کی دوسری تقریر مکرم صدیق جانو صاحب نے ''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین'' کے عنوان پر کی۔

پریس کانفرنس

جلسہ گاہ سے رخصت ہونے کے بعد مکرم امیر صاحب معزز مہمانوں کے ہمراہ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مہمانوں کے اعزاز میں ریفریشمنٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا جس میں نیشنل ٹی وی (R.T.I) ، نیشنل ریڈیو، ریڈیو باسم کے نمائندوں اور گیارہ اخبارات کے نمائندوں نے شرکت کی اور مکرم امیر صاحب سے ان کی تقریر کے حوالہ سے نیز جماعت احمدیہ کے حوالہ سے متعدد سوالات پوچھے ۔ یہ پریس کانفرنس جو ایک گھنٹہ جاری رہی، بہت کامیاب رہی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ امسال نیشنل ٹی وی R.T.I. کا نمائندہ سارا وقت جلسہ میں موجود تھا۔ اور جلسہ کے مناظر کو قلمبند کیا جو کہ خبرنامہ میں جھلکیوں کی صورت میں دکھائے گئے۔ مکرم صدیق جانو صاحب کی تقریر کے بعد جلسہ گاہ میں دلچسپ مجلس سوال وجواب ہوئی جس کے اختتام پر نمازِ ظہر وعصر جمع کرکے پڑھی گئیں اور مہمانوں کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔

دوسرا اجلاس

دوسرے اجلاس کی کاروائی تین بجے سہ پہر تلاوتِ قرآنِ کریم اور نظم سے شروع ہوئی ۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم تانو صاحب جنرل سیکرٹری جماعت آئیوری کوسٹ نے کی۔ اس اجلاس میں دو تقاریر ہوئیں ۔مکرم صدیق آدم صاحب مبلغ SANFRA نے ''برکاتِ خلافت'' کے عنوان سے اور مکرم آدم داؤد صاحب مبلغ ایسیا (ISSIA) نے ''جدید سائنسی ایجادات اور تربیتِ اولاد کے حوالہ سے ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے فرنچ زبان میں تقریر کی۔ ہر دو تقاریر کے بعد سوال و جواب کا وقفہ ہوا۔ جس میں احبابِ جماعت نے سوالات پوچھے اور مبلغین نے جوابات دئے ۔مغرب وعشاء کی نمازیں جلسہ گاہ ہی میں مکرم امیر صاحب نے جمع کرکے پڑھائیں اور احباب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

صدران ومعلّمین کے ساتھ میٹنگ

جلسہ پر آئے ہوئے معلمین اور صدران جماعت کے ساتھ رات آٹھ بجے مکرم امیر صاحب کی زیرِ صدارت ایک میٹنگ ہوئی۔ نیشنل مجلس عاملہ کے بعض ممبران نے اپنے شعبہ کے بارہ میں صدران کے سامنے بعض ضروری باتیں کیں۔ مکرم امیر صاحب نے مالی نظام اور تنظیمی امور کے بارہ میں ہدایات ونصائح سے نوازا۔ دعا پر یہ میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرا روز ۲۰ فروری ۲۰۰۵ء

جلسہ کے آج کے مقدس اور بابرکت دن کا آغاز نمازِ تہجد باجماعت سے ہوا جو کہ مکرم احمد تورے صاحب نے پڑھائی فجر کی نماز کے بعد مکرم صدیق آدم صاحب نے درسِ قرآنِ کریم دیا۔

تیسرا اجلاس

جلسہ سالانہ کے تیسرے اجلاس کی کارروائی مکرم

باقی صفحہ نمبر10پر ملاحظہ فرمائیں

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson
Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398

انسانی جسم میں خوراک کی اہمیت

(نصیر احمد)

غذا جاندار کی بقاء کے لئے بے حد ضروری ہے۔غذا جسم میں ایندھن کا کام دیتی ہے۔اس سے صرف پیٹ بھر نے کا ہی کام نہیں لینا چاہئے بلکہ ایسی غذا کا انتخاب کرنا چاہئے جو ہمارے جسم کو بھرپور توانائی بھی فراہم کرے۔غذا مناسب ہو تو جسم کا نظام بھی درست رہتا ہے۔

غذا اور صحت لازم و ملزوم ہیں ۔غذا کے پکانے اور کھانے میں احتیاط ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کا عجیب نظام بنایا ہے۔اس میں ٹھوس اور سیّال دونوں مادے موجود ہیں ۔دانت ،ہڈیاں ،کھوپڑی سخت ہیں تو خون رقیق مادہ ہے۔دل وجگر ،گردے نرم اعضاء ہیں۔

بنیادی طور پر جسم خلیوں سے بنا ہے اور یہ خلیہ ہی حیات کی اکائی ہے ۔خلیے ٹوٹتے رہتے ہیں ۔ان کی مرمت ہوتی ہے اور نئے خلیے بھی بنتے رہتے ہیں ۔ان خلیوں کی تعمیر و مرمت کے لئے غذا انتہائی اہم ہے۔

اسلامی طب پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ غذا کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔غذا سے علاج کیا گیا۔پھر دوسرے نمبر پر جڑی بوٹیاں ہیں ۔رسول کریم ﷺ کے پاس اس وقت کے مدینہ منورہ کے طبیب آئے اور کہا کہ ہمارے پاس کوئی مریض نہیں آتا ہم بے کار بیٹھے رہتے ہیں ۔آپؐ نے فرمایا۔یہ لوگ پیٹ پوری طرح بھرنے سے قبل کھانے سے ہاتھ روک لیتے ہیں ۔ان کی صحتمندی کا راز کم خوری ہے۔آپؐ نے فرمایا معدہ انسانی جسم میں حوض کی مانند ہے اس سے نالیاں جسم کے مختلف حصوں میں جاتی ہیں ۔اگر معدہ درست ہوگا تو یہ نالیاں صحت مند اشیاء لے کر جائیں گی۔

طب جدید نے سینکڑوں برس پہلے کی کہی گئی ان باتوں کو سو فیصد درست قرار دیا ہے۔آج کے ڈاکٹر بھی غذا کو صحت کے لئے مفید قرار دیتے ہیں۔

لہسن و پیاز صحت کے لئے بہت اہم ہیں ۔یہ بلڈ پریشر سے بچاتے ہیں ۔خاص طور پر لہسن دائمی نزلہ و زکام سے بچاتا ہے ۔اُسے کچا کھایا جائے تو بہت مفید ہے۔خون کی تنگ نالیوں کو کشادہ کرتا ہے۔خون کو پتلا رکھتا ہے۔ دل کے حملے سے بچاتا ہے ۔بھوننے سے ان کی افادیت میں قدرے کمی آجاتی ہے۔

لہسن پیاز کے بعد ہری سبزیاں قدرت کا ایک عظیم تحفہ ہیں ۔ان میں پروٹین سے لے کر کیلشیئم اور تیل شامل ہوتا ہے اور وہ خالص جز و بھی شامل ہے جو چربی اور تیل کو جسم میں ”حیاتین الف“میں تبدیل کر دیتا ہے۔اس حیاتین کی کمی سے آنکھیں متاثر اور بینائی میں کمی ہوتی جاتی ہے۔

غذا سے اگر زندگی کی بقاء ہے تو اس کی زیادتی صحت کے لئے خطرناک بھی ہے۔’ذیابیطس‘ (شوگر) کے مرض کی ایک اہم وجہ بسیار خوری بھی ہے ۔اس مرض پر غذا کو کنٹرول کرنے سے قابو پایا جاسکتا ہے۔

غذا کی بھی قسمیں ہیں ۔ماہرین کی تحقیق کے مطابق غذا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ہر ایک کی اپنی اپنی افادیت اور اہمیت ہے۔توانائی دینے والی غذا میں کاربوہائیڈریٹ سر فہرست ہے۔یہ ہمیں نشاستہ ،آلو، دلیا، شکر مٹھائیاں ،مربے ،شربت ،چاول وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے۔ان کا استعمال اعتدال سے کرنا چاہئے۔

پروٹین:

پروٹین سے ہمارا جسم قوت حاصل کرتا ہے۔یہ جسم میں نئے ٹشو بناتی ہے اور پرانے ٹشوؤں کی جگہ پُر کرتی ہے۔پروٹین ہمیں جانورں اور سبزیوں سے حاصل ہوتی ہے۔جانوروں سے حاصل ہونے والی پرٹین کا بوجھ ہمارے گھریلو بجٹ پر خاصا پڑتا ہے۔گوشت ،مچھلی ،مرغی ، پنیر ،انڈے اور دودھ وغیرہ سے سبزیوں کی نسبت زیادہ پروٹین ملتی ہے۔چونکہ گوشت وغیرہ سے جو پروٹین حاصل ہوتی ہے وہ عام متوسط یا غریب آدمی آسانی سے برداشت نہیں کرسکتا اس لئے وہ سبزیوں سے بآسانی پروٹین حاصل کرسکتا ہے۔مٹر ،پھلیاں ،دالیں ،اور خشک میوہ جات میں وافر پروٹین پائی جاتی ہیں۔

مختلف غذاؤں میں مختلف معیار کی پروٹین پائی جاتی ہے۔گیہوں کا آٹا دالیں اور چاول میں پائی جانے والی پروٹین سے جسم کو حرارت اور قوت ملتی ہے۔جسمانی نشوونما کے لئے پروٹین بے حد اہم ہے جن بچوں کو پروٹین نہیں ملتی ان کے قد اور وزن نہیں بڑھتے ۔پروٹین جسم میں شکر کو متناسب درجہ پر رکھتی ہے۔اس سے صحت ٹھیک رہتی ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ جسم میں آکسیجن کی شمولیت کی رفتار باقاعدہ رہتی ہے۔اس کی کمی سے خون کے سرخ ذرات جو پھیپھڑوں سے آکسیجن جسم کے مختلف حصوں کو مہیا کرتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہوجاتی ہے۔پروٹین کے لفظی معنیٰ” اولین مقام والے“ ہیں۔غذا میں اسے اول مقام حاصل ہے۔یہ ہر عمر کے لئے لازمی ہے۔پروٹین کی کمی سے جہاں بچوں کی نشوونما نہیں ہوتی ،خون کی کمی رہتی ہے،قد نہیں بڑھتا۔اسی طرح بڑوں میں پاؤں پر سوجن ہوجاتی ہے۔جسم میں ناتوانی سی رہتی ہے۔ایک بالغ آدمی کو روزانہ دو گلاس دودھ ،ایک انڈا، پنیر ،دال ،مغزیات وغیرہ استعمال کرنے چاہئیں لسّی بھی بہت مفید مشروب ہے جو ہر عمر کے لوگوں کے لئے مفید ہے۔

وٹامنز:

بہت تھوڑی مقدار میں وٹامنز ہمارے جسم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔وٹامن دراصل لفظ” ویٹامین“ تھا جس کو پولینڈ کے ایک سائنس دان نے دریافت کیا۔اس لفظ کا مطلب ہے” زندگی اور صحت کا لازمی جزو“بعد میں یہ وٹامن کے طور پر معروف ہوا۔اب تک بیس سے زیادہ وٹامن دریافت ہوچکے ہیں۔یہ قلیل مقدار میں ہونے کے باوجود انتہائی ضروری ہیں۔ان کی مثال اسی طرح ہے کہ جیسے گاڑی میں سارے کل پرزے درست ہوں، پٹرول بھی موجود ہو مگر گاڑی کو سٹارٹ کرنے کے لئے” اسپارک“ کی ضرورت ہوتی ہے جس سے پٹرول جلتا اور طاقت پکڑتا ہے۔انسانی جسم میں بھی وٹامن (حیاتین) ” اسپارک“ کا کام دیتے ہیں۔ان کے ساتھ ملنے سے غذا جزوبدن بنتی ہے۔وٹامن کئی قسموں کے ہیں اور ان کا حصول متوازن غذا سے ہی ممکن ہے۔تازہ سبزیاں ،پھل۔انڈے، دودھ اور گوشت و مچھلی ان کا اہم ذریعہ ہیں۔

چکنائی:

یہ انسانی جسم کو گرمائی اور توانائی دیتی ہے۔یہ کاربن ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مرکب ہے۔یہ ہمیں مکھن ، مارجرین سبزیوں کے تیل، مچھلی کا تیل، کریم ،پنیر، انڈوں سے حاصل ہوتی ہے۔

زیادہ چکنائی کھانے سے خون میں کولیسٹرول کو مقدار بڑھ جاتی ہے اور دل کے امراض جنم لیتے ہیں۔پورے دن میں ایک چھٹانک (۵۰ گرام) سے زیادہ چکنائی نہیں کھانی چاہئے۔

نمکیات:

یہ جسم کے نظام کے درست رکھتے ہیں۔ہماری روزمرہ کی خوراک میں پائے جاتے ہیں۔ان میں پہلے نمبر پر لوہا ہے(Iron) جو کلیجی ،گردے، دل اور انڈے وغیرہ میں موجود ہوتا ہے۔اس کے علاوہ آئرن کی کچھ مقدار گوشت، مچھلی ،سبز پتوں والی سبزیاں، آلو اور پھلوں میں بھی پائی جاتی ہے۔”لوہا“ جسم میں خون کے سرخ ذرات (Cells) کو بننے میں مدد دیتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے جسم کو آکسیجن مہیا ہوتی ہے۔

دوسرے نمبر پر کیلشیم (Calcium) اور فاسفورس (Phosphoras) ہے جو دانتوں اور جسم کی ہڈیوں کو مضبوط بناتی ہے۔بچوں اور حاملہ عورتوں کے لئے بے حد ضروری ہے ۔عمر رسیدہ لوگوں کے لئے بھی کیلشیم بہت ضروری ہے۔یہ دودھ، انڈوں، مچھلی ،روٹی اور سبزیوں میں ملتی ہے ۔تل بھی کیلشیم کا ایک ذریعہ ہیں ۔اس کے علاوہ ہڈیوں کی یخنی میں بھی کیلشیم وافر اور مفت مل جاتی ہے ۔’سوڈیم‘ یہ ہمارے جسم کے سیال میں نمک کی صورت میں موجود رہتا ہے۔

پانی:

پانی صحت کے لئے بے حد ضروری ہے۔ایک عام آدمی کو روزانہ آٹھ سے دس گلاس پانی ضرور پینا چاہئے ۔پانی ہمارے جسم کے فاضل گندے مادے باہر نکالنے میں معاون ہوتا ہے۔

وٹامنز کا مختصر جائزہ:

وٹامن اے: یہ بچوں کی نشوونما کے لئے بہت ضروری ہے۔آنکھ کی بینائی اسی کی وجہ سے تیز ہوتی ہے۔ کھال اور جلد کی حفاظت کرتا ہے ۔یہ دودھ ،مکھن ،پنیر، مچھلی اور گاجروں وغیرہ میں موجود ہوتا ہے۔اس وٹامن کی کمی سے جلد پر خشکی نمودار ہونے لگتی ہے جو بعد میں کھجلی بن کر پورے جسم پر پھیل جاتی ہے۔بالوں میں کھردرا پن آجاتا ہے۔جلد کی رنگت بدلنے لگتی ہے۔آنکھوں کی چمک معدوم ہوجاتی ہے اور وہ بے رونق نظر آنے لگتی ہیں۔روشنی میں چندھیا جاتی ہیں اور شب کوری کا مرض بھی ہونے لگتا ہے۔آنکھوں میں آنسو نہ آنے کا سبب بھی اس وٹامن کی کمی اور نگاہ کی کمزوری ہوتا ہے۔پالک ،بتھوا ،سلاد ،کرم کلہ ،مٹر ،خوبانی ،ٹماٹر میں وٹامن اے زیادہ ہیں اسے کھا کر مرض سے بچا جاسکتا ہے اور قابو بھی پایا جاسکتا ہے۔

وٹامن بی: وٹامن بی کی تعداد بارہ ہے جن کے مجموعہ کو وٹامن بی کمپلکس کہتے ہیں۔ان کے قدرتی ذرائع یہ ہیں ۔خمیر ،انڈے کی زردی ،کلیجی ،لوبیا ،مٹر ،چاولوں کی بھوسی ،دالوں کی کونپلیں (دال بھگو کر رکھنے سے چند دن بعد جو کونپلیں پھوٹتی ہیں ان میں وافر مقدار میں وٹامن بی پائی جاتی ہے ۔چین میں سبزیوں کی دکانوں پر یہ کونپلیں ڈھیروں کے حساب سے اور بہت ہی سستی ملا کرتی ہیں) وٹامن بی کی کمی سے جسم میں سستی غالب آجاتی ہے۔بد ہضمی اور قبض ہوتا ہے۔مزاج میں چڑ چڑا پن زیادہ ہوتا ہے۔اعصابی بیماریاں ہونے لگتی ہیں۔

وٹامن بی ۲ کی کمی سے ہونٹ سوج کر پھٹ جاتے ہیں ۔خون بہنے لگتا ہے۔آنکھوں میں پانی آنے لگتا ہے پڑھنے یا ٹی وی دیکھنے سے آنکھیں بوجھل ہونے لگتی ہیں۔ باچھیں بھی کٹ جاتی ہیں۔یہ وٹامن دودھ ،کلیجی ،گردے، انڈے کی زردی میں پایا جاتا ہے۔

وٹامن بی ۳/اور وٹامن بی ۵ یہ ہمیں جگر ،کلیجی، اناج ،مونگ پھلی ،بادام انڈے، پنیر، مچھلی ،دودھ، گوشت، خمیر ملتا ہے۔اس کی کمی سے بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ پیٹ میں درد رہتا ہے ۔ذہن پر عجیب سا خوف و ہراس چھایا رہتا ہے ۔انسان کھویا کھویا اور بے چین رہنے لگتا ہے۔ بعض اوقات بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے اور وہم کا شکار ہونے لگتا ہے۔

وٹامن بی ۵ کی کمی سے کھال کھردری ہونے لگتی ہے ۔ذہنی توازن بگڑنے لگتا ہے ۔پاؤں کے تلوے ہر وقت جلنے لگتے ہیں ۔بال بھی جوانی میں سفید ہونے لگتے ہیں ۔یہ ہمیں چاول کے بھوسے ،مٹر، گیہوں، جو، کلیجی ، دل، گردہ، انڈے کی زردی، اخروٹ، سویابین سے حاصل ہوتا ہے۔

غذا میں بکرے کی کلیجی شامل کرنے سے بہت سی شکایات سے نجات مل جاتی ہے ۔آلو بھی ضرور کھانے چاہئیں ۔بالوں کی سفیدی کے لئے کالے چنے کا شوربہ ہفتے میں دوبار ضرور کھانا چاہئے۔

وٹامن بی ۱۲: یہ انسانی صحت کے لئے بے حد ضروری ہے ۔اس کی کمی سے خون میں سرخ ذرّات بڑھ جاتے ہیں ۔کیل مہاسے بھی اس کی کمی نکلتے ہیں۔یہ ہرے پتوں اور کلیجی و گردے میں کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔

وٹامن سی: اچھی صحت کے لئے یہ وٹامن بہت ضروری ہے۔اسکی کمی سے جوڑوں میں درد، مسوڑھوں میں جلن ،ورم اور دانتوں سے خون نکلتا ہے۔یہ ہری ترکاری، گریپ فروٹ ،ٹماٹر، مالٹا، املی ، لیموں اور تازہ پھلوں میں پایا جاتا ہے ۔یہ ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے ۔لہٰذا پھل یا سبزی کاٹ کر ڈھانپ کے رکھیں۔

وٹامن ڈی: اسے دھوپ کا وٹامن بھی کہتے ہیں۔ یہ وٹامن کیلشیم اور فاسفورس کے ساتھ مضبوط ہڈیاں اور دانتوں کی ساخت کے لئے ضروری ہے۔مچھلی کے تیل اور دودھ والی چیزوں میں ملتا ہے۔ہمارا جسم خود بھی وٹامن ڈی پیدا کرتا ہے۔جب سورج کی روشنی جلد پر پڑتی ہے تو کھال کے نیچے جو چربی کی ایک تہہ ہوتی ہے اس میں موجود” ارگوسٹرال“ وٹامن ڈی میں تبدیل ہو کر جمع ہوتا ہے۔یہ پانی میں حل نہیں ہوتا۔ چربی میں گھلتا ہے۔اس کی کمی سے ہڈیاں نرم پڑ جاتی ہیں۔بچوں کے دانت دیر سے نکلتے اور ٹیڑھے بدوضع نظر آتے ہیں۔ہڈیاں سیدھی رہنے کی بجائے مڑنے لگتی ہیں ۔ایسے تنگ مکان اور گلیاں جہاں دھوپ کا گزر نہ ہوتا ہو وہاں رہنے والے لوگ وٹامن ڈی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

بچوں کو وٹامن ڈی والی خوراک ضرور دینی چاہئیں۔ ورنہ ان کے قد چھوٹے اور ہڈیاں مڑی تڑی ہوجاتی ہیں۔

دھوپ کے علاوہ دودھ، مکھن اور کلیجی ضرور کھانی چاہئے۔

وٹامن ای: یوں تو سارے وٹامن ہی ضروری ہیں مگر جدید تحقیق سے ثابت ہورہا ہے کہ وٹامن ای حیات بخش وٹامن ہے۔گندم اس کا اہم ذریعہ ہے۔اس کے علاوہ مکئی، سویابین، زیتون کا تیل، پستہ، گوبھی، پالک، مٹر، اخروٹ، کلیجی، انڈے کی زردی میں بھی موجود ہے۔بغیر چھانا اناج بھی اس وٹامن کا ایک ذریعہ ہے۔اس کی کمی سے خون کے سرخ ذرّات کم ہوجاتے ہیں۔خواتین کو ۴۵ سال کی عمر کے بعد دس گنا زیادہ یہ وٹامن کھانا چاہئے۔ روزانہ ۳۰ ملی گرام عام آدمی کو کھانا چاہئے۔بوڑھے لوگوں کو بھی یہ وٹامن زیادہ کھانا چاہئے۔صحت وتوانائی کے لئے بے حد ضروری ہے۔چکی کا پسا ہوا آٹا اس کے لئے نعمت ہے۔اسے عضلات کی وٹامن بھی کہتے ہیں اور دل بھی ایک عضلہ ہے۔یہ دل کے امراض میں بھی مفید ہے۔اعصاب کوسکون ملتا ہے۔تکان دور ہوتی ہے۔بلڈ پریشر میں بھی مفید ہے۔اس سے خون میں گلٹیاں نہیں بنتیں۔زخم پر کھرنڈ آتا ہے اور زخم جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔اس کے کھانے اور لگانے سے جلد کے داغ دھبے دور ہوجاتے ہیں۔

اس وٹامن کے کھانے سے پیشاب آتا ہے، لہٰذا استسقائی کیفیت کے مریضوں کو سکون ملتا ہے۔اس کو کھانے سے سانس نہیں پھولتا۔خون کی بال جیسی باریک رگوں کی دیواروں کو مضبوط بناتی ہے، زخمی اور ٹوٹ پھوٹ والے دل کے لئے از حد ضروری ہے۔خون کی فراہمی بحال کرنے میں مدد دیتی ہے۔خون کی رگیں کشادہ ہوتی ہیں اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔اس سے دوران خون بہتر رہتا ہے۔جسم کے ہر عضلے اور ریشے کو آکسیجن ملتی رہتی ہے۔

اس کو توانائی اور جوانی کا وٹامن بھی کہتے ہیں۔اسی سال سے زیادہ عمر کی باربرا کارٹ جس نے وٹامن پر ایک کتاب ''بک آف یوتھ'' لکھی ہے وہ خود بھی اس وٹامن کی جیتی جاگتی مثال ہے جو اسّی سال سے اوپر ہونے کے باوجود کہیں کم عمر دکھائی دیتی ہے۔وہ لکھتی ہے کہ ''اس وٹامن کے مسلسل استعمال سے بڑھاپے کا عمل رک جاتا ہے، جسم اسمارٹ رہتا ہے، شخصیت دلکش ہوتی ہے۔

یہ وٹامن کو افزائش نسل کا وٹامن بھی کہا جاتا ہے۔ بڑی عمر کے امراض کے تدارک کے لئے بھی یہ وٹامن بے حد مفید ہے۔اس سے کمزوری اور تھکن کا احساس نہیں ہوتا۔ دل کی تکالیف، دل کے درد، جگر اور گردوں کی شکایات، پاؤں کی وریدوں کا پھولنا، جلنے کے زخم ٹھیک ہو جاتے ہیں۔گویا وٹامن ای زندگی ہے، جوانی ہے، توانائی ہے اور راحت ہے۔

(بشکریہ۔پندرہ روزہ المصلح۔کراچی
یکم جون و پندرہ جون ۲۰۰۵ء)

❁❁❁❁❁

بقیہ: حاصل مطالعہ از صفحہ نمبر16

ہوم ورک رہنے نہ پائے اور نتیجہ ہر سال اے گریڈ ہی آئے مگر اصل ہوم ورک یعنی عقیدے اور دین کی باتیں کب ذہن نشین کرائی جائیں گی یہ بات اگلے انتخابات پر ملتوی رہتی ہے۔

انفارمیشن میڈیا آہستہ آہستہ ہماری نئی نسل کو زہر کے میٹھے میٹھے انجکشن لگا رہا ہے۔ٹیلیوژن کے پروگرام پورا خاندان باجماعت ملاحظہ فرماتا ہے۔شادی شدہ غیر شادی شدہ سب دیکھتے ہیں اور خیر سے تعریف بھی کرتے ہیں۔ڈر یہ لگ رہا ہے کہ موسیقی کی مدھر تانیں کہیں منبر تک نہ پہنچ جائیں کیبل کے فوائد سے ہم پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں آخر دنیا کے ساتھ چلنا ہے کب تک دقیانوسی بنے رہیں گے۔بچوں کو وہ سب کچھ از بر ہے جو نئی تہذیب و تمدن کا خاصہ ہے مثلاً فلموں اور ڈراموں کے نام کرداروں کے نام، گلوکاروں کے نام۔رشتوں کے بندھن ٹوٹ رہے ہیں۔اخلاقی قدریں کھوکھلی ہو رہی ہیں۔محرم اور صفر کے مہینوں میں بھی کرکٹ میچ کو دیکھنا ضروری ہے۔بعض اوقات تو پروگرام دیکھنے کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ ہمیں یہ یاد نہیں رہتا آج کسی امام یا مقدس ہستی کی شہادت تو نہیں ہم انگریزی بولنے کے شوق میں اپنی مادری زبان سے بھی نابلد ہو رہے ہیں اور عربی تو ویسے بھی عربوں کی زبان ہے ہماری تھوڑی ہی ہے۔

داستان غم بہت طوالانی ہے کہاں تک سنائی جائے۔ علماء مجتہدین عوام کے ہاتھوں میں کھلونا بن رہے ہیں۔ نان جویں کا ذکر کرنے والے بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں جن میں کسی بھوکے کو مدعو نہیں کیا جاتا ایسی دعوتوں میں بالخصوص علماء کرام بھی مدعو کئے جاتے ہیں۔ جن کی تصاویر باقاعدہ اخباروں کی زینت بنتی ہے۔افطار پارٹیاں بھی اہل ثروت ہی رؤسائے قوم کو دیتے ہیں۔ ایسی تمام نمائش دعوتوں میں غریب تو کیا کوئی متوسط بھی بلایا نہیں جاتا البتہ کھانا ضائع کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔ شب بیداری کے نام پر نمود و نمائش اپنے عروج پر ہے۔ پرسہ داری میلے کی شکل اختیار کر رہی ہے۔چھوٹے بڑے کا لحاظ رخصت ہو رہا ہے۔غریب و نادار مومنین کا کوئی پرسان حال نہیں مجبوراً وہ غیروں کے آگے دست سوال دراز کر رہے ہیں۔اتفاق واتحاد اور مرکزیت کب قائم ہو گی۔نگاہ پردہ اٹھنے کی منتظر ہے۔تحفۃ العوام صرف ضرورت کے وقت کھولا جاتا ہے اپنی زندگیوں کو مذہبی سانچے میں ڈھالنے کے لئے نہیں۔کتابیں کافی تعداد میں چھپ رہی ہیں۔مگر پروف ریڈنگ کے بغیر مصنف بننے اور کتاب پر اپنی تصویر چھپوانے کا جنون ہے۔جیّد علماء کی نہ نظر ثانی ہے نہ رائے اور اگر ہے تو تنقیدی کم تعریفی زیادہ ہے۔عربی زبان کا تو کمپیوٹر نے حلیہ بگاڑ دیا ہے۔زبر زیر اور پیش قارئین پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔چند کتب کے حوالے کافی سمجھ لئے جاتے ہیں قدیم زمانے سے جو واقعات مصدقہ چلے آرہے ہیں ان میں ترامیم ہو رہی ہیں کوئی آواز بلند کرنے والا نہیں ہے ایک ادارے کی طرف سے شائع شدہ کتاب میں یہاں تک ہرزہ سرائی کی گئی ہے کہ نعوذ باللہ امام مظلومؑ نے ڈر کی وجہ سے مدینہ شب میں چھوڑا۔دوسروں کی طرح ہمارے ہاں بھی مساجد میں قرآن کے نسخے خستہ حالی کا شکار ہے جس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جارہی۔قرآنی آیات اور سورتوں کی شکل میں نازل ہوا سپاروں کی شکل میں نہیں۔قرآن کو تیس پاروں میں کس نے تقسیم کیا یہ غور کئے بغیر ہم نے بھی اپنی مساجد کو سپاروں سے بھر دیا۔اور مسلسل اضافے ہو رہے ہیں۔کوئی مرتا ہے تو یہ کھلتے ہیں جبکہ سپاروں کا شرعی جواز سرے سے ہی نہیں ہے۔کھڑے ہو کر وضو کرنا نہ جانے کیسے جائز ہو گیا۔مجالس کاروں میں بیٹھ کر سنی جاتی ہیں کہ وقت کی مجبوری ہے۔جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس بچیاں امام بارگاہوں میں آنے لگی ہیں۔جتنے قوم کے بڑے ہیں انہیں تصویریں کھنچوانے اور شائع کرانے کا بڑا شوق ہے۔ایسے عالم میں اگر کچھ مخلص اور دیندار افراد حقائق کو لے کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے راستے میں دیواریں نہیں پہاڑ کھڑے کر دئے جاتے ہیں۔قیام پاکستان سے اب تک قوم اور مذہب کی بقاء کے نام پر جمع کیا جانے والا کثیر ترین سرمایہ کہاں غصب ہوگیا یہ کسی نے نہیں سوچا۔ادب احترام اور خلوص اور عقیدت عنقاء ہو چکی ہے۔ذوالجناح کو تیار کرتے وقت بلا لحاظ موسم اتنے کپڑے اور زیور لاد دیا جاتا ہے کہ بے زبان جانور تمام راستے دعائیں دیتا رہتا ہے۔ہر نئے عیسوی سال کئی ادارے جنتریاں چھاپتے ہیں۔جنتر اور جنتری کے معنی کیا ہیں کبھی نہیں سوچا۔ان جنتریوں میں کام کی باتیں کم اور فضولیات زیادہ ہوتی ہیں۔یاد رکھئے سادگی اور غم ہمارا ورثہ ہے۔بقول امامؑ دنیا سے اتنا لو جتنی ضرورت ہے۔تلخ نوائی کی معذرت۔''

(ماہنامہ پیام عمل۔لاہور۔
اکتوبر 2004ء صفحہ 47-51)

❁❁❁❁❁❁

دنیائے مذاہب

یہودیوں کو عیسائی بنانے کی ایک تبلیغی مہم

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

سڈنی میں یہودیوں اور عیسائیوں کے ایک گروپ کے درمیان جو تنازعہ وقفہ وقفہ سے اپنا سر اٹھاتا رہتا ہے ایک خبر کے مطابق آج کل پھر اس میں شدّت آئی ہوئی ہے۔

عیسائیوں کا ایک تبلیغی گروپ ہے جو اپنے آپ کو ''عیسیٰ یہود کیلئے'' (Jews for Jesus) کہلاتا ہے اور اُن عیسائیوں پر مشتمل ہے جو یہودیوں میں سے عیسائی ہوئے ہیں۔وہ یہودیوں کو کہتے ہیں ''اپنے خدا کا مشاہدہ کرو'' (Behold Your God) عیسیٰ ہم عیسائیوں اور یہودیوں کا سانجھا ہے بلکہ سبھی کا ہے۔اس لئے آؤ اور اس کے دعاوی پر غور کرو اور اُسے قبول کرو۔ انہوں نے ایک پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت انہوں نے یہ پیغام دنیا بھر کے ان 66 شہروں تک پہنچانا ہے جہاں یہودی خاصی تعداد میں مقیم ہیں۔

سڈنی کے یہودی اس گروپ کی مخالفت کرتے ہیں۔اُن کی تنقید میں اُس وقت شدّت آئی جب انہوں نے اپنا آسٹریلیا کا نیشنل مرکز Bondi Junction میں عین اُس جگہ منتقل کرلیا جس کے اردگرد یہودیوں کی آبادی ہے۔چنانچہ یہودی چوکنّے ہوگئے ہیں اور انہوں نے بالمقابل اپنے لوگوں کو اس تبلیغی حملہ کے دفاع کیلئے تیار کرنا شروع کردیا ہے۔یہودیوں نے اپنے تعلیمی اداروں کے طلباء کو خبردار کردیا ہے کہ انہیں عیسائی بنانے کی اس مہم کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے جن میں Emanuel School-Moraih College اور Masada College شامل ہیں۔اس غرض کیلئے ربّائیوں (Rabbis) کو مرکز کی طرف سے ضروری لٹریچر مہیا کردیا گیا ہے۔جب اس گروپ کے نیشنل ڈائریکٹر Bob Mendelsohn سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ ہمارے گروپ کا تبلیغی انداز جارحانہ ہے لیکن ہم سے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ یہودی اپنے طور پر عیسیٰؑ کے دعاوی پر غور کریں۔

جب یہودیوں کے لیڈر Vic Alhadefe سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ عیسائی گروپ یہودی عقائد کو توڑ مروڑ کر غلط رنگ میں پیش کرنے کے مجرم ہیں۔وہ یہودیوں کو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بیک وقت یہودی اور عیسائی رہ سکتے ہیں جبکہ ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا تھا وہ مسیح تھا اسکی آمد ثانی ہوگی جبکہ یہودی عقیدہ کے مطابق مسیح نے ابھی آنا ہے۔پھر یہودیت توحید کا مذہب ہے اور ایک خدا میں یقین رکھتی ہے۔

(ماخوذ از سڈنی مارننگ ہیرلڈ 23-11-04)

خدا کرے ان دونوں گروہوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام پر غور کرنے کی توفیق ملے تو ان کے جھگڑوں کا فیصلہ ہوجائے ورنہ خود اندھیروں میں بھٹکنے والے ایک دوسرے کو راہ کیسے دکھا سکتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے تھے (ازالہ اوہام)۔ روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 25/اگست 2004ء میں آپؓ کا تفصیلی ذکر بطور مفسر قرآن بقلم مکرم سہیل احمد ثاقب بسراء صاحب شامل اشاعت ہے۔

حضرت عبداللہؓ کے والد حضرت عباسؓ آنحضور ﷺ کے چچا تھے۔ آپؓ کی والدہ لبابہ بنت حارث الھالیۃ تھیں۔ آپؓ کی پیدائش اس وقت ہوئی جبکہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ یہ ہجرت سے تین سال قبل کا واقعہ ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپکو رسول پاک ﷺ کی خدمت میں لے جایا گیا چنانچہ آنحضور ﷺ نے تبرکاً لعاب مبارک آپ کے منہ میں ڈالا۔ آپؓ آغاز طفولیت سے ہی رسول کریم ﷺ سے وابستہ رہے۔ آپؓ کی خالہ حضرت میمونہؓ حضورؐ کے نکاح میں تھیں۔

حضور کی وفات کے وقت حضرت ابن عباسؓ کی عمر تیرہ یا پندرہ برس تھی۔ پھر آپؓ نے کبار صحابہ کی صحبت اختیار کی اور اُن کے چشمۂ علم سے اپنی پیاس بجھائی۔ آپؓ نے 68ھ میں بعمر 70 سال طائف میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ جب آپ کو قبر میں اُتارا گیا تو درج ذیل الفاظ صحابہؓ کی زبان پر تھے: مَاتَ وَاللّٰہِ حَبْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بخدا آج اس امت کے عظیم عالم نے وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو قرآن کریم کا خاص فہم عطا کیا ہوا تھا۔ آپؓ کے علمی مقام کی وجہ سے آپ کو مختلف صفاتی ناموں سے پکارا جاتا تھا چنانچہ آپؓ کو کثرت علم کی وجہ سے البحر (سمندر) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپؓ کا ایک نہایت دلکش اور قابلِ فخر نام ''فَتَی الْکُھول'' پڑا ہوا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ کم عمری میں ہی بڑوں جیسا تجربہ اور فہم رکھنے والا نوجوان۔ نیز آپؓ کے لئے یہ بھی کہا جاتا تھا: ''اِنَّہٗ لِسَانًا سَئُوْلًا وَقَلْبًا عُقُوْلًا'' یعنی سراپا سوال کرنے والی زبان اور غیر معمولی قلبی سمجھ رکھنے والا۔

زھری سے روایت ہے کہ مہاجرین نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے کہا کہ ہمارے بیٹوں کو بھی ویسا ہی مقام دیں جیسا آپ ابن عباس کو دیتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ابن عباس تم میں ایک ایسا شخص ہے جو کم عمری میں ہی بڑوں سی بصیرت رکھتا ہے اور ان کی زبان سراپا حسنِ سوال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی عقل و سمجھ والا دل عطا فرمایا ہے۔

بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ مجھے اپنی محفل میں بدری صحابہ کے ساتھ جگہ دیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے ایک بار اس بات کا اظہار کیا کہ یہ لڑکا ہمارے ساتھ کیونکر بٹھایا جاتا ہے حالانکہ یہ تو ہمارے بیٹوں کے برابر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ لڑکا ان لوگوں میں سے ہے جن سے تم نے تعلیم پائی چنانچہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک بدری صحابیؓ کو بلایا اور حضرت ابن عباسؓ کو ان کے ساتھ بٹھایا۔ پھر حضرت عمرؓ نے بدری صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سورۃ النصر کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ بعض نے کہا ہمیں اس وقت خدا تعالیٰ کی حمد اور اس سے مغفرت چاہنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ہمیں نصرت عطا ہو اور ہمیں فتوحات حاصل ہوں اور بعض صحابہ خاموش رہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کا جواب سن کر میری طرف توجہ کی اور کہا: تم بھی ایسا ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ مَیں نے کہا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی تھی اور فرمایا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے تو یہ بات تمہارے دنیا سے سفر کرنے کی علامت ہے، اس وقت تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا کیونکہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ میرا جواب سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: مجھ کو بھی اس سورۃ کے بارہ میں یہی علم ہے جو تم نے کہا۔

حضرت ابن عباسؓ کے لئے سب سے بابرکت نام ''حِبْرُ الْاُمَّۃ'' ہے جو آپؓ کو دربار نبوی سے بزبان جبرائیلؑ عطا ہوا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مَیں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جبرائیل بھی وہاں موجود تھے۔ چنانچہ جبرائیلؑ نے حضورؐ سے کہا کہ یہ شخص ''حِبْرُ الْاُمَّۃ'' ہے پس اسے بھلائی کی نصیحت کیجیے۔ (''حِبْر'' بہت بڑے عالم کو کہتے ہیں اور ''حِبْرُ الْاُمَّۃ'' کا مطلب ہے کہ پوری امت کا بہت بڑا عالم)۔

آپؓ نے قرآن کریم کے متعدد مشکل مقامات کی احسن رنگ میں وضاحت کی جس کی بنا پر آپ کو ''نعم ترجمان القرآن'' یعنی قرآن کریم کا بہترین ترجمان ہونے کا لقب ملا۔

ایک بار کسی صحابیؓ نے ابن عمرؓ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا: حضرت ابن عباس سے اس کی بابت دریافت کریں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ پر اتارا ہے یعنی قرآن مجید اس کا وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی علمی شہرت و برتری کی وجوہات میں سب سے بڑی وجہ وہ دعائیں ہیں جو آنحضرتؐ نے آپ کے حق میں کیں۔ ایک دعا میں ہے کہ اے اللہ! اس کو دین کا فہم عطا کر اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا دے۔

ایک اور روایت ہے کہ اے اللہ! اسے قرآن کا علم اور حکمت سکھا۔

علمی برتری کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ خاندان نبوت میں پروان چڑھے۔ تیسری وجہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کبار صحابہؓ کی صحبت ہے۔ چوتھی بڑی وجہ عربی زبان پر دسترس کا ہونا ہے۔ پانچویں یہ کہ بچپن سے ہی آپ بڑے شوق اور ولولے سے اسوہ رسولؐ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ چھٹی وجہ آپ کا اجتہاد کے مرتبہ پر فائز ہونا ہے اور بے باک حق کی بات کہنا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کو آنحضرتؐ کے اسوہ پر عمل کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار وہ بچپن میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے ہاں صرف اس لئے آئے تا کہ آپؐ کے قرب میں رہ کر آپ کا اُسوہ دیکھ سکیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے بے شمار تفسیری روایات منقول ہیں اور ان روایات کے اسناد کے مختلف طریق بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے نو معروف ہیں۔ اگرچہ آپؓ کی طرف منسوب روایات کی کثرت کی وجہ سے صحیح اور غلط میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

محترم حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 25/اگست 2004ء میں محترم حافظ سخاوت علی شاہجہانپوری صاحب مرحوم درویش قادیان کے خودنوشت حالات زندگی (مرسلہ: مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب) شامل اشاعت ہیں۔

محترم حافظ سخاوت علی صاحب نے 1980ء میں بیان فرمایا کہ خاکسار 1885ء میں پیدا ہوا۔ دادا محترم امانت علی صاحب محلّہ کے رئیس کی جائیداد گاؤں وغیرہ کے مختار عام تھے۔ میرے والد اُن کی اکلوتی اولاد تھے۔ والد کا نام امام بخش تھا اور وہ بہت نیک صفات کے حامل تھے۔ اولاً آپ حضرت محمد شیر میاں آف پیلی بھیت کے مرید تھے اور آسام میں شاہجہانپور کے ایک بزرگ کے ساتھ انگریزی ملازمت پر فائز تھے۔ غالباً 1892ء تک حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کر چکے تھے۔ کچھ عرصہ بعد ایک اَور احمدی دوست محترم مولوی غلام امام صاحبؓ کے ہمراہ شاہجہانپور تشریف لائے تو والد صاحب کی دعوت الی اللہ اور نیک نمونہ سے جلد قریبی رشتہ دار احمدی ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت حافظ سید علی میاں صاحب اور ان کے بیٹے حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری بھی مولوی غلام امام صاحب کی دعوت الی اللہ سے احمدی ہو گئے۔

خاکسار کو مسجد مدرسہ میں داخل کروایا گیا لیکن مخالفین نے ہم سے بہت بدسلوکی کی اور مسجد میں نماز بھی نہ پڑھنے دی۔ ہم نے والد صاحب کو یہ کیفیت لکھی تو انہوں نے جواباً لکھا کہ مَیں اپنی چھٹی کا سارا وقت حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب کے پاس گزاروں۔

حضرت حافظ صاحبؓ کے گھر میں دو مدرسے قائم تھے یعنی شاعری کا بھی اور احمدیت کا بھی۔ اور ان دونوں علوم کے طالب فرداً فرداً اور قریباً روزانہ آتے تھے۔ شاعری کا تو یہ حال تھا کہ نئے شاعر اپنے کلام کی اصلاح کراتے۔ دوسری طرف کچھ محققین اور بعض محض مخالفت کے لیے آتے رہتے تھے۔ حضرت حافظ صاحبؓ نہایت عمدگی اور عام فہم طریق پر قرآن شریف اور دیگر طریقوں سے کامیاب دعوت الی اللہ کرتے تھے اور ہم برابر سنتے رہتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی حیات مبارک میں باوجود کئی بار ارادہ کرنے کے قادیان نہ جاسکا۔ حضور کی زیارت سے محرومی کا غم کم کرنے کے لئے کشفی طور پر اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ صاف طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت اور ہمکلامی بھی عطا فرمائی۔ 1905ء میں والد صاحب ہماری والدہ صاحبہ کو بھی حضور کی زیارت اور بیعت کے لیے قادیان لے گئے۔ جب حضرت اماں جان والدہ صاحبہ کو حضورؑ کی خدمت میں سلام کرنے لے گئیں تو حضور نے والد صاحب کی ایمانی حالت کی تعریف فرمائی اور والدہ صاحبہ کو ضعف قلب کی شکایت پر ازراہ شفقت دوا بھی عطا فرمائی۔

مجھے شعرگوئی کا شوق طالبعلمی میں بیت بازی کی وجہ سے ہوا تھا۔ سب سے پہلے اپنی نظم جو حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کی وہ اخبار بدر میں شائع ہوئی۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

ہے اُٹھتے بیٹھتے ہردم یہی وردِ زباں مجھ کو
کرم سے اپنے پہنچا دے الٰہی قادیاں مجھ کو

غالباً 1905ء یا 1906ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک پرانے رفیق حضرت حاجی فضل حسین صاحبؓ کے ذریعہ کتاب ''تریاق القلوب'' شاہجہانپور کے ایک نامی مولوی کو بھیجی تو اس تحفہ کے پیش کرنے میں یہ عاجز بھی شریک تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زیارت کا پہلا موقعہ 1908ء میں جلسہ سالانہ پر حاصل ہوا۔ 1914ء میں تین ماہ قادیان میں رہا اور رات دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیارت اور ہمکلامی کا شرف ملتا رہا۔ میرے والدین کو 1912ء میں حضورؓ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی سعادت بھی ملی۔ والد صاحب 16 جنوری 1920ء کو وفات پا گئے۔

1950ء میں جب قادیان میں صرف 313 درویش رہ گئے تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ اب ہندوستان کی جماعت کا فرض ہے کہ وہ مرکز کو آباد کرے۔ چنانچہ شاہجہانپور سے مَیں پُرخطر حالات میں اپنی اہلیہ اور پانچ بچوں کے ہمراہ قادیان کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے دہلی پہنچے۔ پھر امرتسر تک ہر اسٹیشن پر کچھ شریر جمع ہو جاتے اور آوازے کستے۔ کچھ سامان بھی کھو گیا۔ امرتسر میں گاڑی سے اترنا بڑا دشوار تھا کہ اچانک مکرم خان فضل الٰہی خانصاحب پر نظر پڑی جو ہمیں لینے آئے ہوئے تھے۔

مارچ 1950ء میں ہم قادیان پہنچے اور مئی میں ہمارے ہاں چوتھا لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اللہ تعالیٰ نے خواب میں پہلے ہی مظفر احمد بتا دیا تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے بھی اس نام کو پسند فرمایا۔ پہلے تین لڑکوں کے نام بھی اُن کی پیدائش سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے بتا دیئے تھے۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday September 09 , 2005 | Issue No. 36

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

''ملّت جعفریہ'' کی داستان غم

امامیہ مسلک کے اہل قلم جناب ش زیدی صاحب کراچی نے ''ہم کدھر جا رہے ہیں'' کے زیر عنوان حسب ذیل الفاظ میں اپنے مشاہدات و تاثرات تحریر فرمائے ہیں۔

''ہم جوملت بے مثال ہیں حق و باطل کی تمیز کے حامل ہونے کے دعوے دار ہیں۔فہمیدہ اور سنجیدہ مشہور ہیں۔باشعور اور ذی عقل بھی مانے جاتے ہیں۔لیکن جب خوشیوں کے شادیانے بجتے ہیں اور جب مسرّتوں کی رُت کروٹیں لیتی ہے تو ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم ایک ایسی عظیم الشان ہستی کے غم گسار اور ماتم دار ہیں جس نے کبھی زندگی میں مسرّت و انبساط سے کوئی واسطہ نہ رکھا۔دنیا میں تشریف لانے سے شہید ہونے تک آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑیاں لگی رہیں۔صدمہ جانکاہ نے گردن جھکادی دکھوں نے کمر توڑ دی۔جوانی میں بال سفید ہو گئے۔کبھی خوشی کی محفل میں شریک نہ ہوئے۔یہی کہتے رہے۔میرے بابا کی مجلس کراؤمَیں آؤں گا۔

تاریخ میں نہیں ملتا کہ بعد واقعہ کربلا جناب سیّد سجاد نے عید کی خوشی منائی،کسی سے گلے ملے۔عید کی مبارک باد وصول کی۔نیا لباس زیب تن کیا یا بچوں کو عیدی دی۔ہاں روئے خوب روئے اور بس روئے۔ہمارا یہ حال ہے کہ عید کے موقع پر ہم غیروں سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔چاندرات کو دوسروں کی طرح ہم بھی اپنی جہالت کا ثبوت دے رہے ہوتے ہیں۔ہم میں سے اکثر تو اپنی تاریخ اور تعریف ہی سے نابلد ہیں کہ یہ عقیدہ کن ہولناک مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے۔پہلی دوصدیوں (ہجری) میں کتنے سادات و مومنین کا قتل عام ہوا۔نہ عورتیں محفوظ تھیں نہ بچے۔ہر روز کم ازکم دوسوافراد محبت اہل بیتؑ میں تہہ تیغ ہوتے تھے۔نام نہاد اسلامی حکومت کی مساجد کے ہر منبر سے نہ صرف علی پر تبرّا کیا گیا بلکہ فحش اور غلیظ گالیاں دی گئیں۔ہماری کیا ذمہ داری ہے یاعلیؑ اوریا حسینؑ کی شمع کو لے کر کس طرح آگے بڑھنا ہے۔اس پر کون غور کرے؟

ہم کتنے اچھے ہیں حُب دار بھی کہلاتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر عید کی خوشیاں بھی مناتے ہیں جنّت کے حق دار ہم نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔عید اور جمعہ کی نمازوں کا کتنا اہتمام کرتے ہیں عید کے دن ظہر کے وقت مساجد نوحہ کناں ہوتی ہیں کہ نمازی نہ رہے رمضان المبارک میں مساجد کی رونق دیدنی ہوتی ہے بعد ماہ صیام چند بزرگوں اور کچھ نوجوانوں کے دم سے خانۂ خدا کا نظام چلتا ہے۔مساجد وامام بارگاہوں میں سیاست ،دنیاوی فضول بحثیں ،قہقہے اور غیبتیں ہمارا شعار بن چکا ہے۔غیبت کی جو تعریف شریعت میں کی گئی ہے ہم اسے پس پشت ڈال چکے ہیں۔ہم چو دیگرے نیست میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔نکتہ چینی میں سب ماہر اعظم ہیں۔دوسروں کو زچ کرنا ہمارا مشغلہ ہے۔اپنے علم و دانش کی دھاک بٹھانے کے لئے تھوک کے بھاؤ لاف زنی کرتے ہیں۔وقت کے ضیاع کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔

محرم کا چاند نمودار ہوتا ہے ہم ایام عزا کی ابتداء کرتے ہیں اور آٹھ ربیع الاوّل کو سوگ بڑھا دیتے ہیں کہ فرض ادا ہو گیا۔باقی سال چھٹی ہے۔شاید آئین وفا اسی کا نام ہے۔سال کو کونسا دن ہے کہ اسیران کربلا مصائب و آلام میں مبتلاء گریاں کناں نہیں رہے کس نے خوشی منائی؟ یہ غم ہم تک آنسوؤں کے بحر بیکراں سے ہوتا ہوا پہنچا ہے خوشیوں کے شادیانے بجا کر نہیں۔ہم چند رسومات کے اسیر اور چند رواجوں کے مقلّد ہیں ایک خود ساختہ نقش قدم کو اپنی منزل سمجھ بیٹھے ہیں۔مجالس کے پروگرام مقابلے پر منعقد کئے جاتے ہیں اور دوسرے کی مجلس کے پروگرام میں رخنہ اندازی بھی ہماری شناخت ہے۔دوران جلوس ہم فرضِ عزاداری سے کتنا انصاف کرتے ہیں۔غازی کے علَم کے پاس ہنسا ٹھٹّھا اور بے کار باتیں کرنا عام ہو چلا ہے۔آہستہ آہستہ مادر پدر آزاد ہو رہے ہیں۔جلوس کی ابتداء میں کھوے چھلتا ہے اختتام پر چند افراد رہ جاتے ہیں۔شب بیداریوں میں ماتمی انجمنوں کی طویل فہرست مرکزی جلوس میں کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔دیوانوں اور مستانوں کی ایک مختصر سی جماعت کو منزل سے ہمکنار کرتی ہے۔کربلا ہماری ضرورت ہے مگر عملی تصویر بہت کم نظر آتی ہے۔سیاہ لباس سینے پر ہلکا سا ہاتھ شاید کافی سمجھ لیا گیا ہے اونچی آواز سے رونے اور درود پڑھنے سے شرم آتی ہے۔بلند آواز سے نعرۂ حیدری لگانے سے شاید ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔کہا جارہا ہے کہ زنجیر زنی کر کے خون بہانا ناجائز ہے بلڈ بنک میں دے دینا چاہیئے ہوسکتا ہے آئندہ ماتم اور رونے سے بھی پرہیز کا قیمتی مشورہ دیا جائے گا۔جلوس میں تبرّک کی تقسیم اور سبیلوں کی گاڑیوں کا بغیر کسی نظم و ضبط کے چلنا۔اپنے جنازوں کے ساتھ کھانا پینا برا لگتا ہے اور مظلوم کے تابوت کے ساتھ خورونوش فرماتے چلتے ہیں روزہ رکھ سکتے ہیں مگر جلوس کے ساتھ چند گھنٹے بھوکے پیاسے نہیں چل سکتے جبکہ خود بھوکوں اور پیاسوں کا عزادار کہتے ہیں ایسے بے ترتیب جلوس نکال کر ہم کیا مظاہرہ کرتے ہیں شاید دنیا کو تماشا دکھاتے ہیں۔بلکہ امام کے مشن کو توہین کرتے ہیں۔

مہر کی ادائیگی نہیں کی جاتی۔جہیز کی فرمائش اور نمائش اپنے عروج پر ہے۔شادی ایک مقدس بندھن روز بروز تماشا بلکہ جان کا وبال بنتی جارہی ہے۔ہماری شادیاں کسی اجڑی ہوئی بارات کا صدقہ ہیں۔یہ سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔مسجدوں اور امام بارگاہوں کے بجائے شادی ہال میں سرانجام پاتی ہیں۔دنیا بھر کی واہیات رسمیں فرائض کی شکل میں ہمارے معاشرے کا لازمی جزو بنتی جارہی ہیں۔یورپ کی مثالیں دیتے ہیں مگر چرچ میں شادیوں کی سادگی کا ذکر نہیں کرتے۔لڑکی بیوی ایک کی بنتی ہے اور پوری سسرالی کی غیر شرعی تابعداری کرنی پڑتی ہے۔خوشیوں میں ایسے ڈوبتے ہیں کہ ساری زندگی خون کے آنسو رونے والے کو بالکل ہی ذہن سے محو کر دیتے ہیں شادیوں کی تقریبات میں خواتین کا بننا سنورنا دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔طوائفیں شکست کھا جاتی ہیں۔یہود و نصاریٰ کی عورتیں شرما جاتی ہیں ایسے میں کون بولے اور دقیانوس کہلائے بلکہ عمر رفتہ کو آواز دینے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔پرفیوم اور کاسمیٹکس کا استعمال عام سی بات ہے۔لمبے ناخن اور نیل پالش پر وضو ہوتا ہے یا نہیں اس بکھیڑے میں کون پڑے۔ویڈیو بننے کی لعنت بھی لازم ہو چکی ہے ایک زمانہ تھا گھونگھٹ دولھا اٹھاتا تھا اب دلہن کی عام نمائش ہوتی ہے۔جب اپنے اور غیر یہاں تک کہ شادی ہال کے ملازم جی بھر کے دیکھ لیتے ہیں تو بچی کچھی دلھن رات گئے دولھا کا مقدر ہوتی ہے۔دلہن بھی بیوٹی پارلر سے بن کر آتی ہے۔یہ سب کچھ مولانا صاحب کے علم میں ہوتا ہے جو شامت اعمال نکاح خوانی کے لئے تشریف لاتے ہیں۔نہ کوئی روک ہے نہ ٹوک۔کھڑے ہو کر کھانا اور ضائع کرنا شاید آداب خورونوش ہم پر نافذ نہیں ہوتے۔

مومن بھی کہلاتے ہیں اور سیاست اور پارٹی بازی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔اتفاق و اتحاد سے پہلوتہی کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ حالات بدل گئے ہیں شاید قوانین قدرت بھی بدل گئے ہیں۔آیات ربانی سے جدید مفہوم تراشے جاتے ہیں۔ہم نے کبھی گردوپیش کا جائزہ لے کر یہ نہیں سوچا کہ کتنے مومن بچے یتیم ہیں کتنی بیوائیں نان شبینہ کو ترس رہی ہیں کتنی بچیاں زروسیم کی دنیا کی خودساختہ رسوم کا شکار ابھی تک بابل کی ڈیوڑھی پر پڑی خود فریبی اور خود نمائی میں طاق ہیں اور نہ خود پابند شریعت ہیں نہ اولاد کو اس جانب رغبت دلاتے ہیں۔اندرون خانہ بیگم کی شریعت نافذ ہے۔جب والدین صبح اٹھنے سے قاصر ہیں تو اولاد کو یہ توفیق کیسے ہوگی۔چند آیات قرآنی مجالس میں سن لیتے ہیں کافی ہیں۔قرآن خوانی اور قرآن فہمی کی کیا ضرورت ہے آنے والی نسل کے لئے ہم کیا چھوڑ کر جارہے ہیں یہ سوچنے کا نہ وقت ہے نہ فرصت۔دین اور دنیا کے درمیان خلیج حائل ہو رہی ہے بے مثل و بے مثال تاریخی ورثے کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر ہم چین کی بانسری بجا رہے ہیں کہ رام بھلی کرے گا

سادگی نہ ہمارا شعار ہے نہ معیار۔زمانہ بہ تو نہ سازد تو باز مانہ بساز۔

استخارہ مذاق بن چکا ہے معمولی معمولی باتوں پر دیکھا جاتا ہے امام کا کام بس یہی رہ گیا ہے۔مرضی کا استخارہ نہ نکلے تو ہمارے چہرے دیدنی ہوتے ہیں۔عمل و تعویذات نجوم و حضر رمل و پامسٹری ہمارا وسیلہ اور آسرا بن چکے ہیں۔قسمت جو چیز ہماری بہتری کے لئے ہمیں نہیں دینا چاہتی ہم زبردستی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز بھی اب مٹ رہی ہے احکام شریعت ائمہ طاہرینؑ کے اقوال و فرامین اور قرآن و حدیث سے ہمیں خاص غرض نہیں۔جو ہم کر رہے ہیں درست کر رہے ہیں۔حسینیت کل غیروں کے ہاتھوں مظلوم تھی آج اپنوں کے رحم و کرم پر ہے۔سید و غیر سید کا فرق بھی مٹایا جارہا ہے۔عنقریب شیعہ غیر شیعہ کی تمیز ختم ہو جائے گی۔سلسلہ نسب ماں کی طرف سے چلایا جارہا ہے۔کفو کے معنی ہی بدل گئے ہیں۔عمامے اور عبائیں داغدار ہی نہیں دام بنائے کام جو چاہے فتویٰ لے لو۔دین فردختند و چہ ارزاں فروختند۔مسجدوں اور امام بارگاہوں کے حجروں سے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں کار غریباں تمام شد۔خمس و زکوٰۃ کے معاملے میں صاحب نصاب کی تعریف معنی خیز ہے فطرہ تو کسی حال میں معاف نہیں مگر خمس و زکوٰۃ کی معافیاں حسب منشاء دستیاب ہیں۔دین دار دین فروش بنے بیٹھے ہیں لوٹنا اور لٹانا مذہب کے نام پر عام ہے۔

ظلمت کے تاریک گڑھوں میں نور تلاش کرتے ہوئے ٹھوکر کھاتے ہیں اور سنبھلنے کی بجائے اور تیز ہو جاتے ہیں۔ظہور امامؑ کی دعائیں مانگتے ہوئے اپنے گریبانوں میں جھانک کر نہیں دیکھتے امام تشریف لائیں گے تو ہم یا تو خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہوں گے یا ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھ رہے ہونگے۔ہو سکتا ہے امامؑ کی تلوار پہلے ہماری گردنوں سے پیار کرے غیر ممالک سے اگر کوئی ہمارے عقیدے کی تحقیق کے لئے آتا ہے تو ہم ویزہ اور گرین کارڈ کی بات شروع کر دیتے ہیں۔

بہت خوش ہوتے ہیں جب ہمارا بچہ انگلش میڈیم سکول میں داخل ہو جاتا ہے۔اے ایپل اور ون ٹوتھری یاد کرا کے ہم پھولے نہیں سماتے۔ہزاروں روپیہ اس کی تعلیم پر خرچ کر دیتے ہیں جو صرف اسے دنیاوی فائدہ دے سکے گی۔مگر قرآن جب خود نہیں پڑھتے بچوں کو کیسے پڑھائیں اور اگر پڑھاتے ہیں تو دوسرے مکتب فکر کے جاہل حافظوں سے۔دین کی باتیں،کربلا کی کہانی،اصول دین فروع دین حلال حرام نجس پاک یہ کون بچوں کو سمجھائے۔بچوں کو مغربی تہذیب میں غرق کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔اس بات کی تو فکر رہتی ہے کہ بچے کا

باقی صفحہ 13پر ملاحظہ فرمائیں